فَاِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی
چہ دلبرند کہ دل میبرند پنہانی

الحمد للہ کہ مکاتیب بہجت اسالیب از تصنیف لطیف
حضرت مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہ العالی

الموسوم بہ

لطائف رشیدیہ

باضافہ شرح حدیث اخر رجل دخل الجنۃ وفتوی ثبوت پردہ وجہ بآیات وروایات

حسب فرمایش

جناب مولنا مولوی محمد یحیی صاحب کاندھلوی تاجر کتب دینیہ

ومدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

سنہ ۱۳۳۱ ہجری

بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ میں باہتمام کرم بخش پرنٹر چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

بعد حمد و صلوۃ کے بندہ فقیر **محمد یحییٰ** احقر تلامذہ حضرت مولٰنا مدفیوضہم بعالی خدمت حضرات قدردانان تحقیقات عجیبہ و رمزشناسان تدقیقات غریبہ عرض رساں ہے کہ حضرت کی مختلف تصانیف جو بارہا چھپ چکی ہیں اور بوجہ اپنے مقبول ہونے کے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اُن میں سے **لطائف رشیدیہ** جس میں بعض آیات قرآنی کا مطلب بیان فرمایا گیا ہے اب ایک عرصہ سے دستیاب نہیں ہوتی باوجودیکہ پہلی مرتبہ جو طبع ہوئی تھی اُس کا کاغذ وغیرہ بھی مرغوب طبع نہیں پڑا اس لیے اب یہ نحیف اس رسالہ کو باضافہ چند مسائل دیگر جن میں سے ایک مسئلہ حجاب ہے دوسرا مکتوب انوار القلوب جو بشرح حدیث آخر رجل دخل الجنۃ حضرت نے تحریر فرمایا تھا سہ بارہ طبع کراتا ہے کہ نفع عام اور فائدہ تام ہو۔ واللہ المسئول لحسن الختام۔ فقط والسلام

مؤرخہ اوّل محرم الحرام روز پنجشنبہ

سنہ ۱۳۱۸ھ

مکتوب اول در تحقیق معانی بعض آیات بنام مولوی محمد صدیق صاحب مراد آبادی

سوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بعد نقل عبارت شیخ عربی آیۃ وعلی الذین یطیقونہ کے غیر منسوخ ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے قلت عندی وجہ اٰخر وہو ان المعنے وعلی الذین یطیقون الطعام فدیۃ ھی طعام مسکین فاضمر قبل الذکر لانہ متقدم رتبۃ وذکر الضمیر لان المراد من الفدیۃ ھو الطعام والمراد منہ صدقۃ الفطر عقب اللہ تعالیٰ الامر بالصیام فی ھذہ الایۃ بصدقۃ الفطرۃ کما عقب الایۃ الثانیۃ بتکبیرات العید انتہیٰ طعام طعام سے صدقہ فطر ادا ہوتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوتا تو اس معنے کی تقریر بتوضیح ارشاد ہو اور آیت آئندہ سے بر تقدیر تسلیم اس معنی کے اس آیت شریفہ کو کیا ربط ہے؟

الجواب۔ مولوی محمد صدیق صاحب السلام علیکم۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے مراد فدیہ طعام مسکین سے صدقہ فطر لیا تو اب بعد کی آیت میں فرمایا کہ اگر زیادہ ایک آدمی کی خوراک سے دو تو بہتر ہے اور یہ ظاہر ہی کہ زیادہ قدر فرض سے دینا اولیٰ ہے اور یہ آیت وان تصوموا خیر لکم کلا یہ جدا جملہ ہے بتاکید صوم کہ ہر گاہ کہ صوم کی مشقت اور فدیہ دینی کی کلفت قلب پر گذری تو فرمایا کہ روزہ رکھنا اگرچہ گراں ہو مگر بہت اچھا ہے اگر تم کو علم ہے تو بوجھو کہ فاقہ کرنا اور مال کا اللہ دینا کس قدر مصالح دینی و دنیوی کو مشتمل ہے الیٰ آخر ما قال۔ رہا طعام سو اس کے معنے طعام ادن کے ہیں یہ تملیک کے منافی نہیں فدیہ کے لفظ سے تملیک نکلتی ہے۔ کما ھو الظاھر

سوال سورۂ نسا میں جو ارشاد ہے فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا اس آیت کے کیا معنے ہیں اور فان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں یا اور کچھ۔

الجواب۔ ان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں اور معنے یوں ہیں اگر خوف کرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے یتامیٰ میں تو نکاح کرو اور عورتوں سے جو خوش آویں تم کو دو دو الخ یعنے اگر یتامیٰ کے نکاح سے اندیشہ ہے تو اور عورتیں کرلو کیا ضرور ہے کہ یتامیٰ کو کر کے اندیشہ میں پڑو عورتیں بہت ہیں اور تم کو وسعت چار تک کی ہے پھر یتامیٰ کا ہی کرنا کیا ضرور ہے اور یہ ایسی شرط جزا ہی جیسی فان لم تفعلوا فاتقوا النار الخ اول سورۂ بقر میں ہے معہذا النصوص میں مخالف امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوتا اور شافعی صاحب مفہوم جب لیتے ہیں کہ قید کا کوئی فائدہ نہ ہو پس اب کوئی وجہ اشکال و خفا کی نہیں۔

سوال ویوم تشقق السماء بالغمام میں مراد غمام سے کیا ہے؟

الجواب غمام کے ترجمہ کو بیضاوی جلالین نے بادل سفید لکھا ہے بیضاوی لکھتا ہی کہ جب آسمان شق ہو ویگا تو ایک

ایک غمام نکلیگا اس میں ملائکہ ہوویں گے اور جلالین کہتا ہی کہ غمام کہ آسمانوں کو لگا ہوا ہی مع آسمانوں کے پھٹ جاویگا۔

سوال اور آیت شریف قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم الخ میں مخاطب کم کے کون لوگ ہیں اگر کفار ہیں جیسا کہ کلمہ فقد کذبتم اور سوف یکون لزاما سے مفہوم ہوتا ہے تو اوپر کی آیات میں مومنین کا ذکر ہے خطاب بعد ذکر مومنین کے مومنین کو کیوں نہیں فرمایا۔ جو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب علیہم الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اُن کا مطلب بھی ذہن میں خوب نہیں آیا ترجمہ دیکھوانے کے وقت مطلب مختلف ہر ترجمہ کا کچھ کچھ ذہن میں آتا تھا۔ حضرت کا اگر حرج اوقات نہ ہو تو کسی تفصیل سے مطلب زیب رقم فرمائیے کہ سب ترجموں کا مطلب ذہن نشین ہو جائے۔

الجواب سورہ فرقان کی آخری آیت میں تو خطاب کفار کو قطعاً ہی اور قولہ ما یعبؤ بکم میں دونوں کو ہو سکتا ہے کہ اول مومنین کو خاص خطاب تھا کہ ایسی عبادات و معاملات کرنے والوں کے درجات ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر عبادات نہ ہوتی تو تمہاری لے مومنو تمہارے رب کو کیا پرواہ ہوتی کہ تم بھی مثل حیوانات و کفار کے لایعبأ بہ ہوتے یا ما کو نافیہ کہو کہ اگر عبادات تمہاری نہ ہوتی۔ تو تمہارے رب کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں تھی فقد کذبتم الخ بعض قوم نے تکذیب کی تو دیکھو کہ اب اپنی سزا کو پہنچتے ہیں۔ اور جو کفار کو خطاب ہو تو بھی واضح ہے کہ اول مومنین کے درجات بیان کر کے کفار کو کہا کہ تمہاری کیا پرواہ ہو بدون عباوات کے۔ سو تم نے عبادت نہ کی۔ بلکہ تکذیب کی تو سزا پاؤگے اور مومنین کے درجات سے محروم ہوگے۔

سوال۔ وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم میں قید آخر کا کیا فائدہ ہے؟

الجواب سورہ لقمان میں قید مالیس لک بہ علم کا یہ نفع ہے کہ شرک نہ کرنے کی تاکید ہوگئی۔ کیونکہ فرمایا کہ جو وہ شریک کرادیں تجھ سے ایسی کہ اس کا علم دو قوف نہیں تو کمال حماقت ہے کہ محض تقلید بیہودہ سے ایسا خراب عمل کرے اگر کوئی امر سمجھ میں غلطی سے آگیا اور اس پر کسی کی تقلید سے عمل کیا تو کہہ سکتے ہیں کہ والدین کی بات قرین قیاس تھی مان لی مگر جب ایسی بات کہیں کہ بالکل خلاف عقل اور محض حماقت ہو اور محض ضار ہو تو کیسے کوئی عاقل اسکو مان سکتا ہی پس شرک اور سب خلاف مشروع ایسا ہی ہی تو اس کے تسلیم کی کوئی عذر و حجت ہی نہیں ہو سکتی۔ مفسرین نے اس قید کو قید واقعی لکھا ہی مگر یہ نکتہ عجیب ہے نعوذ منتنا۔

سوال ولولا رجال مؤمنون ونساء مومنات لم تعلموھم ان تطاؤھم فتصیبکم الآیۃ۔ اس آیت شریف کا مضمون بھی سمجھ میں نہیں آتا اور جو کسیوقت سمجھ میں آتا ہے وہ ہر وقت ذہن میں نہیں رہتا اور لیدخل اللہ کس کے متعلق؟

الجواب سورہ فتح میں کہا کہ اگر مکہ میں بعض [illegible] درت مسلمان نہ ہوتے ایسے کہ تم ان کو نہیں جانتے اور

بہ سبب نادانستگی کے اُن کے پامال ہو جانیکا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اذن قتال دیتے مگر چونکہ اُن مسلمانان مخفیہ مکہ کو بچانا اور تم کو اُس مضرۃ قتل مسلمانان سے بچانا تھا اذن قتال نہ دیا۔ لیدخل متعلق لاذون لکم جواب محذوف کی ہے۔

سوال۔ سورہ حجرات میں کریمہ واعلموا ان فیکم رسول اللہ الخ کلمہ وعن سے کس وہم کو مرتفع فرمایا ہے۔

الجواب سورہ حجرات میں جب فرمایا کہ اگر رسولؐ اکثر بات تمہاری مانتا تو تم ہلاک ہوتے شبہ ہوا کہ بعض بات ماننے سے شاید کچھ نقصان اصحاب کا ہوا ہو کہ اشارۃً مفہوم ہوتا ہی کہ اکثر امور کی تسلیم سے ہلاکت تو بعض کی تسلیم سے مضرت ہو گئی ہو وے گی تو رفع کر دیا کہ چونکہ اللہ تعالے تم پر رحمت فرماتا ہے تو تم کو محفوظ رکھا ہے جو امر ہوتا ہی فوراً اطلاع دیکر بچا دیتی ہیں کیونکہ کفر وفسوق وعصیان کی سب کی ترتیب کراہت ارشاد فرمادی ہے۔

سوال آیت شریف ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب میں چھ روز کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے اور ما مسنا من لغوب کے ارشاد سے کیا مقصود ہے اور تعارض ظاہری اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اور ستۃ ایام کا کیا جواب ہے؟

الجواب چھ روز میں پیدا کرنے کی مصلحت بہت ہیں بندہ بعض مصالح سے اگر واقف ہو گیا تو اُس میں حصر نہیں بیضاوی نے لکھا ہے کہ اُس میں دلیل باختیار کرنے کی ہے یعنی بایجاب موجود ہونا جو حکماء نے کہا ہے باطل ہی اور تعلیم تانی کی بندوں کو ہے کہ تم بھی سمجھ سوچ کر کام کیا کرو اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ آدمی چھ روز کاروبار کرے اور ایک ساتواں دن عبادت کا مقرر کرے اور فراغ عن المعاش اور تعمیر معاد کیلئے مقرر کرے اور سوائے اسکے اور منافع وعبرات بھی ہوں اور سورہ قاف کی اس آیت وما مسنا من لغوب میں اشارہ ہے کہ ہم کو خلق السموات والارض میں کوئی تکان نہیں ہوا اور جو لمحہ میں پیدا کر ڈالتے تاہم تکان نہ تھا پھر باوصف عدم تکان کے چھ روز میں پیدا کیا ہے تو تمہاری تانی اور درنگ سکھانے کو یہ امر ہوا تو تم صبر کرو کفار کی طعن پر یہ ربط تو مابعد سے ہے اور ماقبل سے بھی واضح ہی کہ ہم نے پہلے بہت سے امم کو ہلاک کر دیا ہوا اور ان کا ہلاک کیا دشوار ہے کہ سموات وارض کے خلق ستۃ ایام سے بھی ہم کو لغوب نہیں لگا اور معارضہ آیت واذا اردنا الخ کا نہایت ضعیف ہے اول تو سنو کہ تمام اشیاء کا خالق حقتعالی ہی ہے پھر خلق السموات میں آپ کو شبہ ہوا انسان کے نو ماہ میں پیدا ہونیکا کبھی شبہ نہ ہوا اصلے ہذا۔ پس مراد یہ ہی کہ جسقدر کو ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں ایک کلمہ سے پیدا کرتے ہیں فراہمی سامان کی ضرورت نہیں سو جسقدر سموات سے بننے چاہا فوراً ہو گیا پھر جتنا چاہا فوراً ہو گیا علی ہذا اسیواسطے بیضاوی نے کہا فی ستۃ ایام دفعات اور جو یوم کی قدر چھ یوم کی مراد ہو جب بھی حرج نہیں کہ تھوڑا تھوڑا پیدا کرنا تھا اسیطرح پیدا کر دیا جیسا تمام دنیا میں مشاہدہ ہے زیادہ بسط میں طول ہی اور ذی فہم کو یہ کافی ہی فقط واللہ تعالے اعلم

سوال حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشر حضرت مریم کے پاس آنا کس وجہ سے تھا؟

الجواب۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کلبصورت بشر تام الخلق حسین ہو کر آنا اس واسطے تھا کہ صورت ملک سے حضرت مریم کو وحشت ہوتی اور انسان کی صورت مانوس ہوتی ہے حضرت مریم نے بشر جانکر تعوذ کیا کہ متقی خدا تعالے سے ڈرتا ہی اور خلوت نامحرم کیساتھ معصیت ہی جب جبرئیل علیہ السلام نے حقیقۃ الامر بیان کی یہ بیان سوال بھی بصورت بشر باحسن الوجوہ حاصل ہوا بصورت ملک بسبب وحشت وعدم اُنس کے دشوار تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم بھی اصل صورت جبرئیلؑ کو دیکھ اور جان کر کہ روح القدس ہیں ڈر گئے تھے قصہ مدثر اور نزول وحی کا مشہور ہے۔ فقط واللہ تعالے اعلم

مکتوب دوم در تحقیق معنی آیت حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس الآیۃ

سوال شمس کا فلک چہارم پر ہونا احادیث سے ثابت ہی یا صرف حکمار کی رائے ہی اور اگر آسمان چہارم پر ہے تو آیت شریف حتے اذا بلغ مغرب الشمس الآیۃ میں جو تاویل ہی فرمائی جائے اور نیز جب کہ سورج غالباً ساٹھ حصہ بڑا ہے تو زمین کی آڑ میں کیونکر چھپ جاتا ہے ؟

الجواب سب آسمان نہایت صاف شفاف ہیں کہ ساتویں آسمان کے ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا پہلے ہی آسمان پر ہیں جیسا مثلاً سات شیشے صاف آگے پیچھے رکھے جاویں اور ساتویں شیشے کے بعد چراغ رکھا جاوے تو دور اگر کوئی دیکھتا ہے تو فقط چراغ نظر آتا ہے کسی شیشے کا وجود چراغ سے ورے نظر نہیں آتا اسواسطے کہ نظر کا قرار ذی کثافت پر ہوتا ہے اور شفاف شے پر نظر نہیں رکتی بلکہ اس سے نافذ ہو کر آگے بڑھ جاتی ہے ایسا ہی چوتھے آسمان پر گو آفتاب ہے مگر آسمانوں کا جرم بسبب شفافیۃ کے مانع رویت آفتاب کا نہیں اور نہ آفتاب سے جدے تین طبقے آسمان کے محسوس ہوتے ہیں بلکہ فقط آفتاب کا ہی جرم محسوس ہوتا ہے گویا کہ آفتاب پہلے ہی آسمان کی سطح زیرین پر ہے پس جب آسمان حرکت کرتا ہوا عین حمئہ کے قریب پہونچا ہے تو وہاں کے مقیم آدمی کو بوں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ عین حمئہ میں آفتاب ڈوبتا ہی اگرچہ آفتاب وہاں سے بہت دور ہو جیسا یہاں کے باشندوں کو وقت غروب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں آفتاب پڑتا ہے اور اہل دریا کو دریا میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے پس معنی تغرب نے عین حمئۃ کے یہ ہیں کہ ذوالقرنین کو بادی النظر میں ایسا محسوس ہوا لہذا فرمایا وجدھا تغرب نہ یہ کہ واقعی یہ امر تھا اور علے ہذا جب آدمی کی نظر پر چار انگشت کی شے حاجب ہو جاوے کہ انبساط نظر کو مانع ہو تو تمام عالم کو کروڑوں درجے تنئے حاجب سے کلاں ہے نظر سے روک دیتی ہے زمین تو بہت بڑی شے ہی سو چونکہ اس میں نے آدمی کی نظر کو جا تک نظر کا انبساط ہو روک رکھا ہے تو جو شے زمین پر سے پرے ہو گی وہ نظر نہ آویگی کیونکہ شعاع نظر وہاں تک نہیں پہنچتی تو آفتاب کا محجوب ہونا سو یہ ہے ہی کہ زمین نے نظر کی سب طرف کی شعاعیں آفتاب تک

پہنچنے سے روک دیں نہ اس وجہ سے کہ زمین کلاں ہے اس ار عقلی کو تجربہ نے یکھلو کہ اونی شے جو محیط نظر ہوتی ہے سارے عالم کو روک دیتی ہے سو اس میں تو کچھ بھی شبہ نہیں فقط چونکہ یہ ہر دو شبہ کچھ نہ تھے اور یہ دونو امر کالبدیہی تھے مفسرین نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ فقط

مکتوب سوم متعلق آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ وتحقیق روایت جلالین شریف

سوال اذا تمنے القی الشیطان فی اُمنیتہ کے معنے مع تحقیق روایت جلالین جو اس کی تفسیر میں وارد ہے ارشاد ہوں۔

الجواب ترجمہ آیت کا نہ معلوم کون وجہ ہے کہ پوچھتے ہو اگر وجہ اشکال لکھدیتے تو بہتر تھا خیر لکھتا ہوں جسوقت پڑھتا ہے ڈالتا ہے شیطان اس کی قرأت میں۔ جلالین نے تو ایسی خبط روایت لکھدی کہ عقل نقل کے خلاف ہے اگر یہ ہو تو آپ کی تبلیغ ہی بیکار ہو جائے اگر یوں ہو کہ بعد آپ کے وقف سکوت کے آیت ومناۃ الثلثۃ الاخری پر شیطان نے اذن کفار میں تلک الغرانیق الخ ڈالدیا اور القار کر دیا کہ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے تو ممکن تھا اور چنداں دشوار نہ تھا گو محققین اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یوں کہا جاوے کہ قرأت میں القاء کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفار کو جو قرأت پہنچتی ہے اُس میں مفتری لوگ کچھ افترا کر کے کم و زیادہ حسب خواہش کر کے جاسناتے ہیں کہ جس سے حضرات انبیا علیہم السلام پر طعن کا موقع ہو جاوے تو کیا حرج ہے یہ تصور کرنا کہ عین وقت قرأت کے القا کر دیتا ہے کیا ضرورت ہوئی اور کون قرینہ تخصیص وقت قرأت کا ہے بلکہ قرآن میں تحریف کرنا مراد ہے یا یہ تحریف فقط معنے کا بگاڑ کر بیان کرنا ہو جیسا کہ یہ ہر دو تحریف پہلی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اگر یہ نہ کیا جاوے کہ پہلی کتب کی نسبت یہ حکم ہے نہ حضرت علیہ السلام کی نسبت تو کیا دلیل ہے کہ اس قرآن میں بھی ایسا ہو ہے چونکہ یہ محکم غیر منسوخ بحفاظت اللہ تعالیٰ ہے اس میں ہرگز یہ نہ ہوا پس اب کوئی خدشہ نہیں یا کہو کہ معنے یہ ہیں جب کو سہماوی نے لیا جب تمنے کرتا ہے تو شیطان اس کی تمنے میں القا کرتا ہے یعنی بعض امر برائے خود قبل ورود وحی فرماتے ہیں جو خواہش قلبی کے موافق ہوتا ہے چونکہ رضائے حق تعالے کے خلاف ہے اہیں دخل شیطانی ہے نہ یہ کہ تسلط شیطان کا آپ پر ہوا بلکہ کوئی امر نزد شیطانی تھا مثل مراۃ قلب آپ کا مقابل ہو کر منعکس ہوا بسبب خواہش قلبی کے کہ تبادلی خیر ہو جاتی ہے۔ آپ نے اسکے موافق تمنے قرار دیکر کرنا چاہا یا کر لیا اسکو حق تعالے نے رد کر دیا جیسا مشورہ اسارہ بدر میں ہوا مثلاً زیادہ تقریر کی گنجایش نہیں۔ فقط

مکتوب چہارم۔ در تفسیر کریمہ۔ ولا تنکحوا ما نکح آباءُکُم

سوال۔ ہرگاہ کہ حرمت مصاہرت کریمہ ولا تنکحوا ما نکح آباءکم۔ الآیۃ سے مستنبط ہے تو صرف نکاح پر

مقصود رہنی چاہیئے زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی کیا دلیل ہے؟

الجواب از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم! خطا آیا جس نے اپنی منکوحہ کی مادر سے زنا کیا اُس کی زوجہ اسپر حرام ہوگئی خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے بوجہ جزئیت کے نہ بوجہ حرمت فعل کے دلیل اس کی آیہ سورہ نساء کی ہے ولا تنکحوا ما نکح آباءکم نہیں خطاب صحابہ کو اور من بعد کو ہے اور ما نکح میں نکاح عام ہے کہ مشروع ہو یا غیر مشروع ہو مطلق کو مقید کرنا درست نہیں اور اس زمانہ میں بعض نکاح وہ تھے کہ محض زنا ہوتے ہیں چار قسم کے نکاح تھے ایک قسم تو حلال اور تین قسم زنا۔ پس حقتعالے نے فرمایا کہ جس سے تمہاری آبا نے کوئی نکاح کیا اُس سے تم نکاح مت کرو۔ پس جب یہاں نکاح غیر مشروع جو زنا تھا موجب حرمت مصاہرت ہوا سب جگہ ہوویگا اور اس حدیث میں جو زمعہ کی ام ولد سے عتبہ نے زنا کیا تھا اور حضرت علیہ السلام نے حکم دیا کہ الولد للفراش زمعہ کا ولد اس پسر کو بنایا مگر بنت زمعہ کو پردہ کا حکم دیا تھا اسو جہ سے کہ شبیہ عتبہ کی اُس میں تھی تو زنا گو کہ حرام فعل تھا رعایت فرماکر پردہ کا حکم دیا تھا اگر زنا کا اعتبار نہ ہوتا تو پردہ محرم سے کیا وجہ تھی یہ تقریر بسیط طلبے بغور سمجھ سکتا ہے۔ فقط والسلام ۔ ۲۸ شوال دوشنبہ ۱۳۰۲ھ

مکتوب پنجم بجواب سوالات مولوی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی

سوال سماع موتے کہ از احادیث ثابت ہست و آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتے اگر بظاہر خود بہم داشتہ آید گرچہ محل تاملہاست یا نہ ہم تخصیص آیت از احادیث چرا نے کنند و اگر بتعمیم آیت نظر کردہ آید سماع موتے سلام احیا وغیرہ را چہ جواب ہست آیا حدیث متروک است یا چگونہ وچہ خرابی ہست درین کہ سماع را از احادیث ثابت گویند و در آیت نفی سماع قبول و اجابت چنانچہ از سباق و سیاق آیت مفہوم میشود مراد باشد غرض تحقیق درین مسئلہ چیست

الجواب مسئلہ سماع موتے کا قرن اول میں مختلف ہوا ہے اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر بتقلید اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں سو مسلک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مثل طریقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر حمل کرکے کہ اصل موضوع لہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جبتک قطع معنے حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے چنانچہ اصول میں مبرہن ہے پس آیت انک لا تسمع الموتے قطعی خاص اور احادیث سماع ظنی اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات وصم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کی حقیقۃً ہوتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں لہذا معنی عدم اجابت کے جو مجازی ہیں مشبہ میں لینا کیسے درست ہوگا البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے لہذا حسب قاعدہ مرجح جانب سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے چونکہ فخر عالم کی زبان سے ما انت باسمع منهم سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال خود رکھا اور جمع کر دیا الحاصل یہ مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرماویں۔ فقط واللہ تعالے اعلم

سوال در آیت کریمہ وان لیس للانسان الا ما سعے اگر تخصیص کافر کردہ آید ولام را بمعنی علے نگفتہ آید و دیگر تاویلات کہ فقہا کردہ اند بعمل آوردہ آید بدلیل احادیث وارد بر وصول اجر صدقات وغیرہ از احیاے باموات را تاویل کردہ آید چنانچہ از تعارض آیت کریمہ ولا تزر وازرۃ وزر اخری احادیث تعذیب اموات بہ بکاء احیاء را تاویلے کردند و عمل بعموم آیت مقدم داشتند چہ مانع است و فرق ما بین المسلکین چیست کہ یکے جائز است و دیگرے نے فقط والسلام خیر ختام؟

الجواب آیۃ وان لیس للانسان الا ما سعے الآیۃ مطلقاً نفع غیر کی نفی ہے خواہ نیابۃً ہو خواہ ہبۃً خواہ تسبباً اور دیگر آیات قطعیہ سے اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے مثلاً والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا الآیۃ سورۂ طور کی آیت کہ آباء کے اعمال صالحہ کی وجہ سے ترقی درجات اولاد کی منصوص ہے اور واستغفر لذنبك الخ سے بسبب استغفار کے رفع سیات اور رفع درجات منصوص ہے پس قطعی کو قطعی سے یہاں مقید کرنا ہوا اور وصول ثواب عبادت مالیۃ کا مجمع علیہ تمام امت متفق ہے اور اس کی اثبات میں احادیث کثیرہ کہ حد تواتر معنوی کو پہنچ گئی ہیں موجود ہیں اور وصول ثواب بدنیہ میں بھی روایات کثیرہ ہیں کہ اگر جمع کی جاویں تو تواتر کو پہنچ جاویں سو ایسے متواتر پر قطعی کو قطعی سے تخصیص یا نسخ کیا گیا ہے آیت ہو یا حدیث متواتر و مشہور بخلاف مسئلہ سماع موتی کے اور مسئلہ بکاء علی المیت کی کہ وہاں بمقابلہ قطعی خاص و عام کی خبر واحد ہوئی لہذا وہاں خبر واحد میں تاویل کی گئی دونوں میں فرق ظاہر ہے معہذا آیت وان لیس کا ایسا ترجمہ ہو سکتا ہے کہ حاجت تقیید کی نہ ہو کہ ما سعی مطلق ہے اس سے کہ خود سعی ہو یا باعث نفع عمل غیر کا ہو یعنی اسلام ایمان کہ اگر سعی ایمانی اسلامی ہے تو دوسرے کے عمل سے نفع ہو ویگا ورنہ حالت کفر میں نہ ہو ویگا چنانچہ یہ ترجمہ بعض مفسرین نے لکھا ہے اور آیت یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتے اللہ بقلب سلیم سے یہ واضح ہوتا ہے پس جب معنے اس آیت کے یہ ہوئے تو اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہو ویگا اور ما سبق میں کافر کو ہی خطاب بھی ہے بہر حال اس آیت کا مسلک یہ ہے اور آیت سماع اور بکاء کا طریق دیگر۔ فقط واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم

مکتوب ششم در مسئلہ مال محصلہ قمار بضمن تفسیر کریمہ انما الخمر والمیسر

سوال جو مال در قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حلال ہے یا حرام۔ علماء نے حرام لکھا ہے اور مستدل ان آیت وان

تستقسموا بالازلام سے ہی سود ریافت طلب امر یہ ہے کہ اول تو اس آیت سے حرمت استقسام کی ثابت ہے اُس جانور مستقسم علیہ کی حرمت نہیں نکلتی اس کا جواب کیا ہے یا کوئی دوسری دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جانور اس شخص کی ملک ہو جاتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتا ہے تو اسکا حال آیا مثل بیع فاسد کے ہے کہ تبدل ید ہی سے خباثت زائل ہو جاتی ہے یا اور کچھ صورت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتی اور اس کی خباثت ہمیشہ تک متعدی ہے تو آیا اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ یہ جانور کہاں سے حاصل ہوا یا ضرورت نہیں کیونکہ گائے بھینس بیل مرتے ہیں بعض لوگ اسکو چماروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، اور وہ اس کا چمڑہ جدا کر کے جفت یا پوش بناتے ہیں اور سب خرید کر پہنتے ہیں اس کی تفتیش واجب ہے یا نہ اور اس تقدیر پر کہ ملک نہیں ہوتی بھلا اگر کفار آپس میں قمار کھیلیں اور جانور قمار سے حاصل کر کر قصاب کے ہاتھ بیچدیں تو اول کفار کی ملک حاصل ہو جاتی ہے کہ بعد میں قصاب کی ملک ہو جاوے یا کفار کی بھی ملک نہیں ہوتی اور اگر نہیں ہوتی تو کیوں نہیں ہوتی ان کی معاملات میں تو ہم مسلمان دخیل نہیں اور ان کے درمیان میں ان کا نفاذ مانتے ہیں اس قمار کا نفاذ کیوں نہیں مانتے اور اگر کہیں وہ معاملات نافذ ہونگے جو ان کے دین میں جائز ہوں تو اُسپر یہ شبہ ہے کہ بیع و شراء خنزیر کہ بالاتفاق جملہ ادیان میں حرام ہے اس میں کیوں فرمایا الخنزیر لھم کالشاۃ لنا پھر مفتی کو بڑی مشکل ہوگی کہ تمام عالم کے مذہب سے واقف ہو اور جو لا مذہب ہیں جیسے ہندو کہ اہل کتاب و مذہب نہیں اُن کا کیا حکم ہوگا کیونکہ ہندو دوالی کے روز قمار کو بہت ثواب سمجھتے پس یہ امور کیونکر فیصل اور طے ہونگے اور یہی شبہات تمام عقود باطلہ میں ہیں جیسے سرقہ۔ غضب۔ بیع باطل۔ ربوا۔ رشوت اجرت زانیہ و مغنیہ و نائحہ کہ یہ سب ملک ہونگے اور اگر ان صورتوں میں ملک محقق ہو جاوے تو صرف اسکا مساجد وغیرہ میں جائز کیوں نہیں یا جائز ہے براہ مرحمت ان شبہات کا جواب عنایت ہو مع دلائل شرعیہ کہ خلجان رفع ہو۔

الجواب جو جانور قمار سے حاصل ہوا وہ حرام ہے لقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الخ ولقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ ولقولہ تعالیٰ وان تستقسموا بالازلام الخ علی بعض التفسیر اور ہر گاہ کہ قمار کو حق تعالیٰ نے حرام فرمایا تو جو مال بذریعہ قمار حاصل ہوویگا وہ سب حرام سحت خبیث ہوویگا اور یہ شبہ کہ فعل استقسام کو حرام فرمایا ہے نہ مال محصل باستقسام کو یہ عجیب شبہ ہے اولاً حرمت اس فعل کی بعینہ حرمت تحصیل مال کی اس ذریعہ سے ہے کیونکہ قمار لغۃً خود تحصیل مال بایں وضاع کا نام ہے پھر اس کے کیا معنے ہوئے کہ قمار مت کر یعنی تحصیل مال اس طرح مت کر نہی وارد ہوئی اور فعل ہی حرام رہا مال محصل حرام نہ ہوا مثلاً غضب مت کر سرقہ مت کر تو غضب اور سرقہ حرام ہوا اور مال ماخوذ حرام نہ ہوا۔ ان ھذا لشئ عجاب ہر عاقل جانتا ہے کہ غرض اس نہی سے تحریم مغصوب و مسروق و مال قمار ہے نہ یہ کہ ایسا فعل مت کیا کرو اور جو کر لیا تو گناہ ہووے گا مگر مال حلال طیب ہی کھایا کرو یہ تو گویا ترویج و تقریر اس فعل کی ہو گئی

دوسرے یہ کہ نہی افعال حسیہ سے تحریم اس فعل کی ہوتی ہے اصلاً اور نہی فعل شرعی سے تقریر مشروعیت فعل کی ہوتی ہے اور نہی اس میں لامر عارض ہوتی ہے چنانچہ اس کی بحث شیع اصول میں ہے اور قمار افعال حسیہ میں سے ہے پس اسکی نہی تحریم اس کی ہے لذاتہ پس جس عقد میں قمار ارکان کے مواقع میں واقع ہو جاویگا وہ عقد باطل لذاتہ ہو ویگا اور کسی وجہ سے مشروعیت اس میں نہیں پائی جاویگی ہاں اگر شرائط میں قمار ہوا ور ارکان عقد کے سالم ہوں تو البتہ فساد عارضی ہو ویگا بطلان نہو ویگا جیسا بیع بالقاء حجر مثلاً اگر مبیع موجود ہوا در ثمن مقرر ہو چکا پس باطل اور فاسد میں فرق ہوا باطلہ باصلہ حرام ہے اور فاسد بوصفہ اور قمار مرفوع باصلہ حرام اور عقد باطل ہے اور جو مال اس سے حاصل ہو ویگا وہ حرام خبیث بحکم مغصوب ہے یا امانت علے اختلاف الروایۃ بعد تحقیق اسکے دوسرے شبہ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ جانور قمار کا ملک قابض کے نہیں ہوتا اور تبدل ہزار ید سے بھی خبث وحرمت اسکی زائل نہیں ہوتی اور ہرگز مثل بیع فاسد کے نہیں بلکہ بیع باطل ہی ہے اور یہ بات کہ جو شے اور ہر شے کو تحقیق کرے یہ حکم شرع کا نہیں کہ ہر ہر چیز کو پوچھا کرے ظاہر حال پر بنا حکم ہے اور حرمت علم کیساتھ دائر ہے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موزہ دار الحرب کو استعمال فرمایا اور کچھ نہیں پوچھا پنیر کھایا اور کچھ سوال نہیں کیا لہذا فقہا نے ظاہر حال پر اعتماد فرمایا ہے اور حل شے کو اباحت قرار دیا ہے ہاں جس میں شبہ ہو اس کو دریافت کر لیوے ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ باقی رہا کفار کا معاملہ سو اگر اس کی تقریر تشیع کی جائے تو طول ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ کفار اگر باہم قمار کھیلیں اور جانور قمار سے کسی کو ملا تو وہ جانور ملک کافر ہو جاتا ہے پھر اگر وہ قصاب کے ہاتھ فروخت کرے تو اسمیں حرمت نہیں ہوتی فقط آگے تقریر ملک نہونے کی سائل کی مخدوش ہے مگر چونکہ وہ شق خود باطل ہے اسمیں کلام بھی فضول ہے اور جب یہ تقریر خوب ذہن نشین ہو جاویگی تو حال سب عقود باطلہ کا مثل اجرت زانیہ ومغنیہ ونائحہ کی اور بیع باطل کی اور کیفیت سب اموال ماخوذہ بالباطل کی مانند غصب وسرقہ ورشوت کی محقق ہو جاویگی کہ کوئی ان میں سے بقبض مملوک نہیں ہوتا اور ہرگز تبدل یدی سے ازالہ خباثت نہیں ہو سکتا البتہ اگر فساد کی صورت ہو کہ اصل ارکان عقد درست ہیں اور فساد یا صورت قمار شرط میں عارض ہوا ہے تو اس تقدیر پر تبدل یدی سے فساد دفع ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب ہفتم ایضاً متعلق کریمہ انما الخمر والمیسر متضمن بہ نجاست شراب

سوال ایک شخص کہتا ہے کہ خمر بیشک حرام ہے اور خمر کی حرمت قطعی ہے اور اس کی حرمت میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں اور دلیلیں اس کی حرمت کی کتاب وسنت سے مالامال ہیں بلکہ سورہ مائدہ کے ملاحظہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر تاکیدات شدیدہ خمر کی حرمت میں وارد ہیں اسقدر رکتنا اور چیزوں کی حرمت میں وارد ہیں لیکن خمر کی نجاست میں اس کو بہت شبہ ہے اسلئے کہ اس کی نجاست کی کوئی دلیل اس کو معلوم نہیں ہوتی اور علماء کرام سے

اس شبہ کا کشف چاہتا ہی یعنی اس کی نجاست کی دلیل کیا ہی اگر کتاب اللہ ہی تو کونسی آیت ہی اور اس کی وجہ دلالت کیا ہی
اور اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو کونسی حدیث ہی اور کیسی حدیث اور وجہ دلالت کیا ہی اور اگر اجماع ہی تو کس
عصر کا اجماع ہی اور اس عصر کے مجتہد کون کون ہیں اور یہ اجماع اُن سب مجتہدین کا ہی یا بعض کا اور اجماع مذکور کی سند کیا ہی
اور اُسکے ناقلین اس عصر سے کون کون ہیں اور اگر قیاس ہی تو مقیس علیہ کیا ہی اور وصف جامع کیا اور ضرورت اس
قیاس کی کیا ہے اور بعضے لوگ جو اس کی حرمت سے اس کی نجاست پر تمسک کرتے ہیں یہ ان کا تمسک صحیح نہیں ہے اس
لئے کہ حرمت نجاست سے اعم ہی و ثبوت الاعم لا یستلزم ثبوت الاخص اسی طرح استدلال نجاست پر سورہ مائدہ کی
آیت یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان سے صحیح نہیں ہے
اسلئے کہ بنی استدلال مذکور کا اسپر ہی کہ رجس کے معنے نجس کے ہیں اور یہ صفت ہی خمر اور اس کے مابعد کی اور یہ
ممنوع ہی دو وجہ سے اول یہ کہ تفسیر کبیر میں ہے والرجس فی اللغۃ کل ما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجساً
ورجس اذا عمل عملاً قبیحاً اصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ الصوت یقال سحاب رجاس اذا کان شدید
الصوت بالرعد فکان الرجس ھو العمل الذی یکون قوی الدرجۃ کامل الرتبۃ فی القبح انتھی اور جمل میں ہی
نقلاً عن السمین قال الزجاج الرجس اسم لکل ما استقذر من عمل قبیح یقال رجس ورجس بکسر الجیم وفتحہا یرجس
رجساً اذا عمل عملاً قبیحاً واصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ صوت الرعد وفرق ابن درید بین الرجس والرجز
والرکس فجعل الرجس الشر والرجز العذاب والرکس القذرۃ والنتن اور قاموس میں ہے رجس کفرح وکرم
رجاسۃ عمل عملاً قبیحاً انتھی اور منتہی الارب میں ہی (س) رجس کار زشت کرد (ک) رجس رجاسۃ کار زشت
نمود و پلید کرد انتھی اور یہ سب عبارات دال ہیں اس بات پر کہ رجس اوصاف معانی و احداث سے ہے
نہ اوصاف اعیان سے اور خمر و نیز انصاب و ازلام اعیان سے ہیں نہ معانی و احداث سے پس رجس آیت کریمہ میں
صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہیں ہی اور نیز قولہ تعالیٰ من عمل الشیطان جو بعد میں واقع ہے اور رجس کی
صفت یا مبتدا یعنی الخمر کی خبر بعد خبر ہے اس بات پر قرینہ قطعیہ ہے کہ آیہ کریمہ میں تقدیر کسی ایسے لفظ کی جو جنس عمل
سے ہو جیسے تعاطی کا لفظ کما قدرہ بعض المفسرین یا دوسرا کوئی لفظ جو مناسب مقام ہو جیسے شرب اور لعب اور
عبادۃ اور استقسام کا لفظ ضروری ہی والا لزم ان یکون اعیان الاشیاء المذکورۃ من عمل الشیطان واللازم
باطل اذ لیس اعیان ھذہ الاشیاء من جنس العمل حتی تکون من نوع عمل الشیطان فالملزوم مثلہ فعلی
ھذا یکون تقدیر الآیۃ ھکذا یا ایہا الذین آمنوا انما شرب الخمر واللعب بالمیسر وعبادۃ الا
نصاب والاستقسام بالازلام رجس من عمل الشیطان اور جب تقدیر مذکور واجب ہوئی تو رجس آیہ
کریمہ میں صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھہری بلکہ صفت عمل کی ٹھہری جو کہ معانی و احداث سے ہے

اور جبکہ صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھیری تو عین خمر کا نجس ہونا آیت سے ثابت نہ ہوا بلکہ اس کے شرب کا رجس یعنی محض گندا اور نہایت برا کام ہونا اور شیطانی کام ہونا ثابت ہوا اور اس کی رو سے اس کی حرمت اعلے درجہ کی ثابت ہوئی لکن لیس کلما یکون حراما یکون نجسا کما تقدم دوم یہ کہ اگر اس سے خمر کی نجاست ثابت ہوگی تو اور تین چیزیں یعنی میسر اور انصاب اور ازلام بھی جو خمر پر آیۂ مذکورہ میں معطوف ہیں نجس ٹھیریں گے واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ فقط

الجواب نجاست خمر کی آیت رجس من عمل الشیطان سے ثابت ہے قال فی القاموس الرجس بالکسر القذر والمأثم وکلما استقذر من العمل الخ وفی الصراح رجس بالکسر پلیدی وعفونۃ وخشم وفی مجمع البحار الرجس القذر وقد یعبر بہ عن الحرام والفعل القبیح الخ اب بروے لغت ثابت ہوا کہ رجس کے معنے نجس ہیں اور قبح العمل وغیرہ دیگر معانی گو اُس کے آتے ہیں مگر معنی نجس کو مزاحم نہیں کیونکہ رجس شدۃ منع ومبالغۃ تحریم میں اطلاق کیا جاتا ہے اور اعلے درجہ کی حرمت وقبح اُس وقت پائی جاتی ہے کہ ضرر نجاست قوی اُس میں موجود ہو اور عند الاطلاق فرد کامل ہی مراد ہوتی ہے اور ایسے قوی الحرام کو نجاست لازم ہے تو گویا نجس معنی اصلی ہیں اور دیگر معانی بوجہ مبالغہ ومشابہت بولے جاتے ہیں چنانچہ مجمع کا اسلوب بیان اس کا شاہد ہے حیث قال الرجس القذر وقد یعبر بہ عن الحرام اور قاموس اور صراح کا تقدیم ذکر معنی پلیدی اور قذر کو بھی اس پر دال ہے وعلے ہذا مفسرین کی عبارت کو دیکھنا چاہئے قال البیضاوی رجس تقذر یعاف عنہ العقول وقال الجلالین رجس خبیث مستقذر اھ وقال المدارک رجس نجس او خبیث او مستقذر اھ چونکہ نجاست شے کے موجب نہایت عیافۃ طبع وقباحت کا ہی تو غایت درجہ کی حرمت جو نجاست کو لازم ہے مدلول لفظ رجس کا ہوئی علی ہذا جہاں لفظ مطلق ہووے گا اُس سے نجاست کا ہونا لازم ہوویگا قال اللہ تعالیٰ ولحم الخنزیر فانہ رجس الخ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حرمت ذوات محرمہ کی جو لالکرامۃ ہوتی ہے یا تو بوجہ ضرر کے ہے یا بوجہ نجاست کے اور کامل حرمت وہ ہے جو جامع بین الشیئین ہووے یہ کلیہ شرع کا ہے پس جس عین کو شارع نے بلفظ رجس یاد فرمایا وہ نجس دمضر اعلے درجہ کا ہوویگا اور جو ایسے اعیان ہیں کہ عقلاً وہاں نجاست کا احتمال نہیں وہ اعلے درجہ کے گناہ ہو کر موجب نہایت ضرر دینی و دنیاوی کے ہوویںگے جیسا کہ مثلاً انصاب وازلام کہ ذوات ان کی محل نجاست نہیں بلکہ ہیئت عارضہ خشب وحجر کی ہر اور محض اضافہ معصیت سے حرام ہوگیا ہی اور پس سو وہ بحکم عقل اس کلیہ سے خارج ہیں پس اب واضح ہوگیا کہ رجس کا لفظ وارد قرآن شریف موجب نجاست خمر ہے اور یہ لفظ ایسا صریح لغوی تھا کہ بمجرد سماع اس کلمہ کے کسی فرد صحابہ کو اس کی نجاست میں تردد نہ ہوا اور حاجت مراجعت فخر عالم علیہ السلام نہ رہی بمجرد سماع منادی بلا مراجعت وتامل شراب گرادی اور مٹکی توڑ ڈالی کما ورد فی الحدیث اور فخر عالم علیہ السلام نے

بھی حضرت مالی کا کچھ خیال نہ فرمایا اور ارشاد باھراق الخمر وکسر الدنان فرمایا اور شل چمڑہ ہیتہ کے کہ حلال جسکا اھابھا اس میں حکم ہوا تھا بانکہ حرمت علیکم المیتۃ وہاں بھی وارد قرآن تھا خمر کی کسی طرح کی اصلاح یا امر اُسکے استعمال کا طلا وغیرہ میں لگانے ارشاد نہ ہوا تو ظاہر دلیل نجاست کی ہو کہ ایسے نجس قوی کا استعمال کسیوجہ سے درست نہیں کہ من کل الوجوہ نجس اور غالب الضرور ہو وے ہیں وجہ نجاست مغلظ اُسکے متفق علیہ ٹھیری اور پھر تا آخر حیٰوۃ شارع علیہ السلام نے وہ حکم عدم اقتراب خمر کا ہمیشہ اُسکا رکھا پس یہ سنت صریح نجاست خمر کی ظاہر باہر ہے اور پھر تا انقراض قرون ثلٰثہ اور ما بعد اس کے کسی عالم معتبر کو اس کی نجاست میں خلاف نہ ہوا بالاتفاق سب اُس کو حرام نجس مغلظ فرماتے ہیں اس سے زیادہ کونسا اجماع ہو ویگا پس نجاست اس کی نص قطعی قرآن سے بعبارۃ النص ثابت ہوئی اور سنت مستقرہ اور اجماع امت اسکے مطابق ہوا اب تامل نجاست خمر میں بے محل ہو اور قرآن شریف میں رجس خبر لفظ انما الخمر کی ہو اور معطوفات کی اخبار محذوف ہیں کما قال البیضاوی وافرادہ لان خبر للخمر وخبر المعطوفات محذوف اھ اور یہ اصل ترکیب ہے کہ معنی حقیقی ہیں اور حذف نکالنا مجاز لغوی ہو جب تک حقیقی معنی درست ہوسکیں مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں کہ اصل کلام میں حقیقت ہے نہ مجاز اور یہ قاعدہ مقررہ عرب وعجم واصول کا ہو پس جب معنے انما الخمر رجس کے الخمر نجس لغۃً حقیقۃً درست ہوگئے اب ارتکاب دیگر تکلفات حذف وغیرہ کا فضول ہوا اور جب اخبار معطوفات کی محذوف ہیں تو الخمر رجس میں معنی واحد حقیقی ہے عموم مشترک کا خدشہ بھی رفع ہوگیا کیونکہ اس رجس مذکور میں وہی معنی حقیقی مراد ہوئے اور اخبار محذوفہ میں دوسرے معنے اگر ہوں تو کیا حرج ہے کہ وہاں قرینہ عقلیہ موجود ہی کیونکہ میسر معانی سے ہر وہ نجس نہیں ہوسکتا اور نصب اور ازلام حجر وقداح ہیں وہ بھی نجس نہیں ہوسکتی اب رہا صاحب کبیر کا یہ کہنا والرجس فی اللغۃ کلما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا اذا عمل عملا قبیحا الخ ہر گو مضر نہیں کیونکہ لغت میں معنی رجس کے قبیح العمل کے بھی آتے ہیں جیسا نجس کے آتے ہیں اگرچہ معنی نجس اصل واکمل ہیں چنانچہ قاموس وغیرہ سے اوپر منقول ہوچکا اور کبیر نے حصر معنی رجس کا قبیح عمل میں نہیں کیا اگر کرتا تاہم معتبر نہ تھا کہ خلاف لغت کے ہو بلکہ وہ خود رجس کے معنے نجس ہونیکا قائل ہے قال او لحم خنزیر فانہ رجس ومعناہ وانہ تعالی انما حرم لحم الخنزیر لکونہ نجسا الخ پس ثابت ہوا کہ رجس کے معنی نجس کے اسکے نزدیک بھی محقق ہیں مگر چونکہ اُسنے یہاں اپنی تفسیر میں معنی مجازی کو لیا کہ مجاز حذف اختیار کیا لہذا یہ معنی بیان کئے اور پھر قوت معنی رجس کے بیان کرکے نجاست کا اثبات چاہا کہ کمال قوی الحرمت وشدید القباحت نجس ہی ہوتا ہو کما قررناہ۔ وہ خود دوسری جگہ واما الخمر فالجواب عنہ انہا نجسۃ فیکون من الرجس فالمراد من تلک الاضافۃ المبالغۃ فی کمال قبحہ الخ جس سے ظاہر ہوا کہ کمال قبح کو نجاست لازم ہو مگر جس جگہ استثناء عقلی موجود ہوا اور نجس بھی اس کے نزدیک رجس میں داخل ہو بقولہ فیکون من الرجس اور بالا تقریر ہوچکی

رجس کا اُن کو لازم ہوویگا پس کبیر کی یہ تفسیر کسی حال مضر نہ ہوئی بیضاوی نے بھی اول یہ تفسیر کر کے دوسری توجیہ وحدت خبر کی حذف مجاز کی طرح ذکر کی ہے بقولہ او المضاف محذوف کانہ قال انما تعاطی الخمر الخ مگر اس احتمال سے وہ احتمال اول حقیقی مرتفع نہیں ہوتا بلکہ متبادر و راجح وہی ہے معہذا اس صورت مجاز میں بھی باطلاق لفظ رجس حصول شدت معنوی نجاست ثابت ہو جاتی ہے ۔ اور علی ہذا اور لوگوں کا ترجمہ لفظ رجس کا محل تامل نہیں جبکہ لغت سے ثابت ہو چکا کہ رجس بمعنی نجس ہے فقط ۔ سو دونو اشکال سائل کے رفع ہوئے اعنے نجس معنی رجس کے ثابت ہوئے اور اطلاق لفظ رجس کا عین لفظ خمر پر صحیح ہوا اور میسر و نصب و ازلام کا نجس نہ ہونا بھی معلوم ہو گیا اور لفظ عمل الشیطان از قسم زید عدل ہے کہ مورث نہایت مبالغہ کا ہے کما قال اللہ تعالیٰ انہ عمل غیر صالح الخ پس اخراج لفظ تعاطی کی کچھ حاجت نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اول میں حذف مبتدا کیا جاوے ای اقترابہ من عمل الشیطان اور جملہ خبر ہو جاوے اور ہو سکتا ہے کہ عمل بمعنی معمول ہووے اور شراب معمول بالقاء الشیطان ہوتی ہے تو قلوب میں اس کی لذت اور خوبی ڈال کر بنوا تا ہے اور جو معمول و مزین بالقاء الشیطان ہو ویگا وہ خود اعلے درجہ کا رجس و نجس ہو ویگا لہذا بیضاوی نے کہا من عمل الشیطان مسبب من تسویلہ و تزیینہ پس حمل عمل الشیطان کا عین الخمر پر بہت عمدہ اور بلیغ ہوا اور تحصیل مطلب کے واسطے اعلے طریقہ پیدا ہو گیا پس کچھ خدشہ نہیں اور صراحت ہر طرح پر نجاست خمر کی ثابت ہو گئی فقط واللہ تعالے اعلم

مکتوب ہشتم در تحقیق معنی جعلا لہ شرکاء فیما آتٰھما الخ
بنام حافظ عبد الغنی صاحب ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ

سوال در آیت وجعلا لہ شرکاء فیما آتٰھما خلجان وہم شرک از حضرت ابو البشر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بدل مے آید توجیہش را خواستگارم کہ ہیچ شبہ را از بیخ بر کند و مورث اطمینان گردد ۔ فقط

الجواب ۔ حافظ عبد الغنی صاحب ! السلام علیکم ! ڈیڑھ ماہ گذرا ہو گا کہ آپ کا خط بطلب تقریر آیت و جعلا لہ شرکاء الخ آیا تھا مگر جواب میں سہولت رہی دوسرا خط تقاضا آیا تو اس وقت عزم ہوا فرصت سوائے جمعہ کے نہیں ہوتی معہذا انجارہ کا اثر ہے کہ کام کرنا مشکل ہے اب لکھتا ہوں کہ بیضاوی و مدارک وغیرہ بعض مفسرین کو یہ اشکال ہوا ہے کہ انبیا علیہم السلام بالاتفاق شرک سے معصوم ہیں پھر نسبت شرک با بو البشر آدم علیہ السلام کس طرح درست ہوئے لہذا انہوں نے نسبت شرک اولاد آدم کی طرف کی تقریر اس کی یہ ہے کہ اول حق تعالے نے ھو الذی خلقکم میں خطاب اولاد آدم کو فرما کر اپنا غلام خانہ زاد ہونا اور ہر طرح منت و احسان خداوندی میں مستغرق ہونا فرمایا کیونکہ خلق ذات کے بعد کوئی درجہ منت کا باقی نہیں رہتا اور طرز خلق سے

ابا و اجداد الی الغایۃ عبد مخلوق ہونا ثابت فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ اور وہ نفس واحد بھی مخلوق و عبد تھا اور
پھر جعل منہا زوجہا کو ثابت کردیا اور پھر ان دونوں سے ظہور اولاد کو فرمایا اور کہا فلما اتٰہما صالحا یہاں حذف کیا
کہ دار صالح پیدا ہوا اور اس سے آگے اولاد چلی اور خلق کثیر ہوئی کہ سب کے سب غلام ابن غلام ابن غلام ہوئے معہذا
تم غلام در غلام بچوں نے کہ مخاطب ہیں اولاد آدم جعلا لہ شرکاء کی جعل اولادھما یہاں حذف مضاف کیا کہ اولاد
کا لفظ تھا بقرینہ سابق کہ خطاب اولاد کو ہی اور بقرینہ لاحق کہ فرمایا عما یشرکون بلفظ جمع کہ ضمیر اولاد کی طرف جو خلقکم
کی جمع ضمیر میں مذکور ہی راجع ہو ورنہ عما یشرکان فرماتے اور قرینہ سابق و لاحق کی جمع سے حذف مجاز جائز ہو گیا اور اشکال
رفع ہو گیا اول میں خطاب بوجہ احسان کے ذکر کے مناسب ہے کہ منت و احسان حاضر پر ابلغ و اشد ہوتا ہی اور آخر میں غیبت
اسواسطے مناسب ہوئی کہ حق تعالی کا لفظ غیبوبیت کو داعی غایت علو مکان کو غیبوبیت واجب ہی معہذا مشرک بسبب انہماک غفلت
میں محسن سے غائب و غافل ہوتا ہی حضور میں شرک غیر ممکن ہی پس اس تقریر سے اشکال رفع ہو گیا باقی نسبت شرک کی آدم و
مجازا آدم و حوا کی طرف اس میں بھی کچھ نکتہ ہے گو مجھ کو نہ آئے یا آیا اور بیان میں طول جانا مگر اس عاجز کو تعجب ہوتا کہ
کہ بیضاوی نے یہ تکلف کیوں کیا گو اس میں کچھ لطف ہو جب حدیث صحیح و حسن اس کی تفسیر میں موجود ہے ترمذی کی
کتاب التفسیر میں موجود ہی اور جلالین حاکم سے تصحیح اسکی کرتا ہی اور فی الواقع یہاں کچھ اشکال ہی نہیں سو کہ شرک کا مشکک
ہی واسطے افراد کبیرہ اور صغیرہ و بلکہ مباح تک بھی ہیں قولہ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا میں شرک سے مراد ریا لیتے ہیں بیضاوی
خود لکھتا ہی اور حدیث میں بھی ہی اور بخاری نے کتاب الایمان میں باب کفر دون کفر اور کفران العشیر کو کفر میں کہ بمعنی کبیرہ کے
ہی داخل کیا سب سے زیادہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک حلف بغیر اللہ
کو شرک فرمایا اور خود حدیث میں حلف بغیر اللہ آپ کی کلام میں منقول ہی مثلاً وابیک لتنبأن مسلم میں موجود ہی سو پہلو
پہلے تو انوار البشر میں تردد تھا اب لینے کے دینے پڑگئے کہ خود فخر عالم علیہ السلام آپ ہی تو نہی فرماتے ہیں اور شرک ثابت کرتے ہیں
اور خود اس کام کو کیا اور انبیا سب معصوم عن الشرک۔ آپ کی ذات پاک تو بہت ہی ارفع ہی اگر کوئی کہے کہ آپکی حلف قبل
نہی تھی تو اول تو مسلم نہیں مگر بعد تسلیم شرک تو ہر حال شرک ہی ہی خواہ نہی سے قبل ہو یا بعد اور انبیا شرک سے معصوم قبل نہی آئے
بھی اور بعد بھی ورنہ وہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قبل نبوۃ آدم وہ قصہ ہوا تھا کیونکہ نبوت بعد وجود امۃ و اولاد تھی نہ قبل ازاں
تو سنو کہ نووی وغیرہ شراح لکھتے ہیں کہ حلف بغیر اللہ عمداً تو صغیرہ ہے اور سبقت لسانی اور عادات کی طرح مباح ہو دیکھو کہ
شرک کے فرد صغیرہ اور مباح نکل آئے جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ بعض افراد شرک کہ مشکک ہی ایسے ہیں کہ انبیاء
سے صادر ہیں آجاتے ہیں بسبب عدم تعمد کے اور وہ واقعی شرک نہیں اور نہ اس کا سرزد ہونا انبیا سے کچھ خلاف اُن کے
شان کے ہی نہ عصمت کے خلاف ہے پس حضرت آدم کا تسمیہ عبد الحارث بھی اسی قسم کا تھا چنانچہ حدیث ترمذی میں وارد ہوا
ہی اور تحقیق جلالین میں فرمایا جعلا لہ شرکاء بتسمیۃ عبد الحارث ولا ینبغی ان یکون عبدا الا للہ تعالی ولیس

بالشراک فی العبودیۃ لعصمۃ آدم علیہ السلام وحضرت آدم کو یہ خیال تھا کہ حارث نام پاک حق تعالیٰ کا ہے کہ خلق حرث وکسب سب اسی کی طرف سے ہے پس بہ سبب ناواقفیت کے عبدالحارث نام رکھا اور تعمداً معصیۃ نہیں کی خطار اجتہادی یا زلہ بھی مگر چونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین اس عدم تحقیق پر عتاب فرمایا اور بہت کو تنبیہ فرما دی کہ اس قدر غفلت بھی ارکان خدمت وادب مولیٰ تعالیٰ شانہ میں موجب مواخذہ مقربین ہی تمہاری تو کیا حقیقت ہی پس اب معنی شرک کے بھی درست ہے اور نسبت بھی حقیقی رہی اور حضرت ابوالبشر کی عصمت میں بھی کوئی نقصان نہ آیا اور اشکال خود مرتفع ہے اور حدیث کی تفسیر بھی بموقع خود رہی اور جو کوئی خواہ مخواہ تعمد ہی کا دعوے کرے تو ہم کہتے ہیں کہ قبل نبوت کے صدور صغیرہ کا خود اہل عقاید لکھتے ہیں اور قبل اس تسمیہ کے کوئی نہی بھی حق تعالیٰ کی طرف سے صادر نہ ہوئی تھی چنانچہ شرح فقہ اکبر میں علی قاریؒ لکھتے ہیں اور شرح عقائد نسفی میں بھی مذکور ہے۔
اما الصغائر فیجوز عمداً عند الجمہور خلافاً للجبائی واتباعہ ویجوز سہواً بالاتفاق الا ما یدل علی الخسۃ انتہی شرح عقائد نسفی۔ الحاصل جب حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ یہ امر تسمیہ بعبدالحارث تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شرک بعض نزد مکروہ ومباح بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تسمیہ بھی اسی قسم مباح یا مکروہ میں داخل ہے اور یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ انبیاء سے لاعلمی میں ایسا تسمیہ یا امر مثل اس کے ہونا خلاف عصمۃ نہیں اور جا نکر ایسی بات ہونا جائز ہے۔ تو اب کیا اشکال تھا کہ بیضاویؒ کو اسقدر تکلیف ہوئی اور بیضاوی خود ہی مقر ہے کہ لا یشرک کے معنے لا یرائی کے ہیں لہٰذا بندہ عاجز کہتا ہے کہ اس میں اول ہی اشکال نہیں اور جو کچھ وہم ہوتا تھا اس کو بیضاویؒ نے اپنے ذمہ تکلیف رکھ کر بیجا رفع کر دیا ہے اب خلجان نہ کرنا چاہئے اصول وقواعد کلامیہ وعقائد کے موافق لغت وحدیث کے مطابق ہے اور جو کچھ فعل ابوالبشر علیہ السلام کا ہے اس کی نظیر کلام پاک فخر المرسلین خاتم النبیین میں موجود ہے جیسا یہاں توجیہ وجیہ سے ساحت نبوت پر خس وخاشاک وہم واہم کا امکان نہیں وہاں بھی اسی طرز وطریق کہ سلوک مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مکتوب نہم در حرمت طواف مزارات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بضمن آیۂ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ

سوال بدانکہ داب عاشقاں شائقاں است کہ بعداً داب شوق مزارات اولیاء اللہ تعالیٰ را طواف مے نمایند حالانکہ بعض علما ایں فعل را حرام وممنوع گفتہ اند دریں صورت تحقیق ایں مسئلہ از ضروریات ہست چرا کہ جواز ایں فعل بموجب قاعدہ اصول کہ اصل در جملہ اشیا نزد علمائے ما اباحت است مادام کہ کدام دلیل قوی برائے حرمت آں وارد نشود پس جواز ایں فعل محتاج دلیل نیست لیکن حرمت آں محتاج سوئے دلیل است پس در حکم حرمت

آوردن دلیل از ضروریات ہست خواہ آیت قرآنی خواہ حدیث نبویؐ خواہ قول مجتہد وانیکہ بعض علمائے معاصرین قولہ تعالی ولیطوفوا بالبیت العتیق دلیل پیش کردہ دعوے حصر طواف بہ کعبہ مے نمایند در خدمت اوشان التماس است کہ دریں ہیچ کلمہ حصر نیست پس چگونہ دعوے حصرے نمایند۔ غایۃ مافی الباب طواف کعبہ از ارکان حج و منجملہ عبادات است و فعل عبادت خاص بکعبہ شریفہ ہست و طواف مزارات اولیا اللہ از قبیل آداب و فعل تعظیمی و تعظیم اولیاء اللہ تعالی مامور بہ ہست آرے اگر کدام فعل تعظیم بحکم شارع ممنوع شود حرام شود چنانچہ سجدہ تعظیم و بدون ورود حکم حرمت از شارع دعوے حرمت کردن چگونہ مسلم داشتہ شود پس بخدمت حضرات علمائے دین التماس است کہ اگر کدام دلیل حرمت از قسم آیت قرآن مجید خواہ از حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ قول مجتہد معلوم کردہ باشند ایں احقر را ازاں اطلاع فرمایند کہ تسلی شود۔ خادم العلما عبدالرحمن خیرپوری

الجواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما حق تعالے فرماتا ہے واذ بوانا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئاً و طھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود الآیۃ اس میں حق تعالی نے ترک شرک کو مطلقاً ارشاد فرمایا کہ کوئی فرد شرک کی نہ ہونی چاہیے اور تطہیر بیت کی طائفین کے واسطے کہ تطہیر از نجاس اصنام سے یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف مثل سجود کے عبادت ہے اور اس کے ایقاع کے واسطے تطہیر عن الاغیار ضرور ہے پس ظاہر ہوا کہ طواف بھی مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ باوجود غیر کے درست نہیں سو عبادت ہونا طواف کا عبارت النص سے ثابت ہوا اور اشارۃ النص سے غیر کو کرنا اس کا شرک محقق ہوا اور یہ بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا کہ ولیطوفوا بالبیت العتیق کہ امر و ایجاب طواف کا حکم ہے اور ایجاب امور تعظیمیہ میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت کے پس بعبارۃ النص طواف عبادت ہوا اور اس کو صغرے بنا سکتے ہیں کہ بحکم الطواف عبادت ہے اور دوسری آیت میں حکم ہے امران لا تعبدوا الا ایاہ الآیۃ اس میں حصر کر دیا عبادت کو حق تعالے کے واسطے کہ بحکم العبادۃ لا یکون الا للہ جس کا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ الطواف لا یکون الا للہ حصر عبادت طواف کا حق تعالی کے واسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت ہوا معہذا حدیث فخر عالم علیہ السلام کی کہ لا تقوم الساعۃ حتے تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ کہ جس سے طواف غیر اللہ تعالی کو شرک کرنا شرک ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ حق تعالے کا ہے غیر کو جائز نہیں اور علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ انتہی پس اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر کا ثابت ہوتا ہے۔ اب رہا قول سائل کا کہ طواف تعظیم اور تعظیم اولیا کی جائز ہے اور حصر موجود نہیں اور اصل ہر شے کی حل ہے

ہر چار مقدمہ ممنوع ہیں کیونکہ تعظیم اولیا کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالےٰ کے ساتھ نہ ہو اور حد عبادت کو نہ پہنچے
اور جو تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر کو جائز نہیں لقولہ تعالیٰ امران لا تعبدوا الا ایاہ پس تعظیم عبادت غیر کو گرچہ
انبیا ہوں حرام اور شرک ہوئی البتہ وہ تعظیم کہ عبادت کے درجہ میں نہیں ہے وہ اولیا کو درست ہے مگر اُس کا
دریافت کرنا بھی نصوص سے ہی ہوگا بہر حال جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالےٰ ذات حق تعالےٰ کے واسطے فرض ہوئی
وہ خواص حق تعالےٰ سے ہوئی اور غیر کے واسطے حرام ٹھیری پس طواف جو عبادۃ مفروضہ اللہ تعالےٰ ہے اولیا
کو حرام رہے گی اور حصر ہونا عبادت کا نص سے ثابت ہوگیا اور یہ کہ عبادت اولیا کی درست قطعاً باطل کیونکہ عبادۃ
عبارت غایۃ تذلل و تعظیم سے ہے یہ ہرگز کسی کو درست نہیں اور اصل حل ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی نص اس
باب میں وارد نہ ہوئی ہو۔ چونکہ نص تحریم عبادت لغیر اللہ یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہوگئی اب
کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج کرنا اور غیر اللہ کے واسطے جائز کرنا خود محتاج دلیل کا ہو ویگا سو معاملہ علی التعاکس
ہے۔ سائل نے یہاں نظر تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی ورنہ ایسی بات نہ کرتے حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر
ہے ایاک نعبد کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اس کا ہوتا ہے۔ الحاصل یہاں اس مسئلہ میں نص تحریم موجود ہے
پس جس تعظیم غایۃ تعظیم کی حرمت ہے مگر جس درجہ نص قطعی مماثل نص محرم کے مستثنیٰ فرما دیوے وہ جائز
ہو جائے گی و الا لا۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

مکتوب دہم متعلق کراہت استعمال لفظ صنم وبت در مقام ثنا بضمن آیت لا تقولوا راعنا الآیۃ

سوال۔ شاعر جو اپنے شعر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک یا فتنہ عرب باندھتے
ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معانی حقیقیہ مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام
گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالےٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی نہیں یہی
سبب ہے کہ حق تعالےٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا اور انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا۔
حالانکہ مقصود صحابہ معاذ اللہ ہرگز وہ معنی کہ یہود لیتے تھے نہ تھے مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی
جناب رسالت کا تھا لہذا حکم ہوا کہ لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا الخ اور علی ہذا حضرت صحابہ کا پکار کر بولنا
مجلس شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت

عادت وطبع تھا اگرچہ کہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاوینگے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی حدیث میں تکنے بکنیۃ ابو القاسم آپ کی حیات شریف میں منع ہو گئے تھے بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھکر کہ مجھکو ندا کرتا ہے التفات فرماوینگے حالانکہ نادی ہرگز اذیت جناب سرور کائنات کا ارادہ نہ کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب گئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسمعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ماؤوں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر اور ہم اولاد نضر ہیں۔ دیکھو کہ اس لفظ میں لفظ ایہام بعید کو کسقدر نفی کر کے نہی فرمایا اور ادب کلام کا تلقین فرمایا و علی ہذا خبثت نفسی کو منع فرمایا اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں۔ الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اذیت ظاہر ہے پس ان الفاظ کو بکنا کفر ہوگا۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مھینا ہ قال فی الشفاء الوجہ الثانی وھو ان یکون القائل لما قال فی جنب صلی اللہ علیہ وسلم غیر قاصد للسب والازدراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر من لعنہ اوسبہ اوتکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ اونفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ السلام نقیصۃ الی ان قال او یاتی بسفہ من القول او قبیح من الکلام ونوع من السب وان ظہر بدلیل حالہ انہ لم یعتمد ذمہ ولم یقصد سبہ اما لجہالۃ او لضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط للسانہ او عجرفیہ وتھور فی کلامہ فحکم ھذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل دون تلعثم انتہی ملخصا پس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہئے اور مقدور ہو تو اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالے شانہ اور اس کے رسول امین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مکتوب یازدہم محاکمہ در باب تیمم بالغبار مستنبط از کریمہ فامسحوا بوجوہکم الآیہ

سوال مسئلہ تیمم بالغبار میں یہاں کے علما مختلف البیان ہیں اور ہر فریق اپنی تائید میں روایات فقہیہ معتبرہ پیش کرتا ہے چنانچہ ایک فریق کا تو یہ مسلک ہے کہ غیر جنس الارض پر اگر غبار ہو تو تیمم جائز لیکن شرط یہ ہے کہ

انگلیوں کے نشان اُس شے پر محسوس ہونے لگیں۔ اگر اُس پر نشان ظاہر نہیں تو اُس قدر غبار کافی نہیں اور تیمم درست نہیں چنانچہ رد محتار میں بروایت اسبیجابی موجود ہے وعبارۃ الاسبیجابی کما فی البحر ولو ان الحنطۃ او الشی الذی لا یجوز علیہ التیمم اذا کان علیہ التراب فضرب یدہ علیہ وتیمم ینظر ان کان یستبین اثرہ بمدہ یدہ علیہ جاز والا فلا انتھی بلفظہ رد مختار لفظ یستبین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر ید کا اثر جواز تیمم کے لیئے شرط ہے اور ایسا ہی رد محتار میں لفظ وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدہ یدہ علیہ وان لم یستبین لم یجز انتھی یہ بیان تو مختصر ایک فریق کا ہوا فریق ثانی جواب دیتا ہے کہ ہم کو اس میں کلام ہے کہ انگلیوں کا نشان اُس شے پر محسوس ہونا جواز تیمم میں مشروط ہو بلکہ صرف غبار کا اثر ہاتھ پر ہونا چاہیئے اُس شے پر ہاتھ کا اثر ہو یا نہ ہو چنانچہ رد مختار میں بروایت تاتارخانیہ مذکور ہے وصورت التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ ثوبا او نحوہ من الاعیان الطاھرۃ التی علیھا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم او ینفض ثوبہ حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ فی الغبار الھوا فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم انتھی بلفظہ دیکھو تاتارخانیہ نے کہیں بھی غبار پر اثر ہونے کی قید لگائی ہے نہیں جب مطلق تیمم جائز کہا تو تیمم علی الغبار بلا اثر ید بھی جائز ہوا اور روایت اسبیجابی غیر معتبر ٹھہری یہ کلام فریق ثانی کا مجملاً ہوا اب ہم لوگ سخت حیرانی و پریشانی میں ہیں کہ کس کے قول پر اعتماد کریں لہذا حضور کو حکم قرار دیکر عرض کرتے ہیں کہ تیمم بالغبار کے واسطے کیا کیا شرائط ہیں اور ان ہر دو مسلکوں میں کونسا مسلک قابل اخذ ہے جواب اس کا بدلائل قرآن و حدیث ارقام ہو اور مسلک ثانی کا جواب موافق قواعد شرع ارشاد ہو اور مابین روایت اسبیجابی و تاتارخانیہ جو اختلاف ہے اُس کو بھی رفع فرمایا جاوے

الجواب اقول باللہ التوفیق۔ اوّل یہ بات سُن لینی ضرور ہے کہ جواز تیمم بالغبار کے لیئے یہ شرط ضروری ہے کہ غبار ہاتھوں کو یقیناً لگے اگر غبار ہاتھوں کو نہ لگے گا تو تیمم کسی کے نزدیک بالاتفاق درست نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ اور بدیہی امر ہے کہ مسح بالغبار بدون مساس غبار کے یدین کو یا مواضع تیمم کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا تو بس غبار کا لگنا یدین کو اور پھر مواضع تیمم کو یا مواضع تیمم کو بلا واسطے یدین کے اور فعل تیمم کا اُس کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ تفصیل اس کی کتب فقہ میں مسطور ہے تاکہ فعل مسح بالغبار کہ مضمون تیمم بالصعید کا ہے حاصل ہو جاوے بخلاف حجر کے مثلاً کہ اُس میں کسی جزو کا لگنا ہاتھوں کو ضرور نہیں کیونکہ مسح الید بن وہاں بہر حال حاصل ہے اور یہی امر کتب فقہ سے بھی مبرہن ہے اب بعد تحقیق اس امر کے عبارات کتب و روایت اسبیجابی میں کچھ تعارض و تخالف نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ تاتارخانیہ اور محیط وغیرہما کا مقصود یہ ہے کہ غبار ہاتھوں کو لگ جاوے تب تیمم اُس سے

کرے کما قال فاذا وقع الغبار علی یدیہ یتیمم انتہی او ضرب یدہ علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز انتہی چنانچہ مجیب صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نقل کی ہیں وعلی ہذا دیگر روایات کا سب کا ماحصل یہی ہے اگرچہ بعض عبارت باصرح عبارت تصریح کرتی ہے اور بعض میں چنداں وضاحت سے بیان نہیں کیا اور محتاج بیان نہ جانا کہ متفق علیہ الائمہ اور بدیہی تھا حاجت تصریح نہیں جانی اور اسبیجابی کا مقصد یہ امر ہے کہ مد یدین سے اثر غبار یدین کا یدین پر ظاہر ہو جاوے اگرچہ قلیل ہی ہو مگر مس الغبار یقیناً محقق ہو جاوے اُس میں تردد نہ رہے اب مد کے معنے حقیقی لینے میں کچھ حرج نہیں اور مد کو معنے ضرب کے لینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مقصود واضح ہے فقولہ یستبین اثرہ ای اثر الغبار علی الیدین بمدہ یدیہ ای المتیمم علیہ ای علی الشیٔ لفظ علیہ کا متعلق بہ مد ہے نہ بالیستبین تو معنی یہ ہوئے کہ اگر ظاہر ہو وے اثر غبار کا ہاتھوں پر بہ سبب مد یدین شئے غیر جنس الارض کے تو تیمم درست ہو گا کہ التزاق غبار بالیدین جزماً حاصل ہوا اور اگر اثر غبار ہاتھوں پر ظاہر نہیں ہوا تو وجود غبار میں ہی شک ہے پھر تیمم صحیح نہ ہو گا کہ شئے غیر جنس الارض پر بہ سبب کثرت غبار کے خط پیدا ہو جاوے اور یہ ترجمہ اس سبب سے ہوا کہ قولہ علیہ کو یستبین کے متعلق کیا گیا تو ترجمہ یوں ہو گیا کہ ظاہر ہو جاوے اثر شئے پر بہ سبب مد ید کے حاشا وکلا یہ ترجمہ نہیں بلکہ ترجمہ وہ ہے جو معروض ہوا کہ ظاہر ہو جاوے اثر ہاتھ پر بسبب مد ید کے شئے پر اور علیہ متعلق مد کے ہو گا کہ لفظ مد کا اقرب ہے یستبین سے اور اقرب احق بالتعلق ہوتا ہے اور یہ سب تکلفات اس لفظ علیہ کے یستبین کے ساتھ لگا لینے سے کرنی پڑے ورنہ کچھ بات نہ تھی اور غرض اسبیجابی کی یہ ہے کہ عوام وقت تیمم کے چادر تکیہ کو ہاتھ مارتے ہیں اور اس میں کچھ گو نا غبار مرتفع ہونا بغور معلوم ہوتا ہے کہ جس میں شک ہے کہ ہاتھ کو غبار لگا یا نہیں بلکہ جزماً معلوم ہوتا ہے کہ غبار نہیں کیونکہ ہاتھ تکیہ بطن پر مارے گئے اور غبار بمزاحمت وضم اجزائے تکیہ کے اوپر کو مرتفع ہوا تو ہاتھوں کو غبار ہرگز نہیں لگا کہ ظاہر تکیہ پر اسقدر غبار نہ تھا کہ ہاتھوں کو مس کرتا تو اسبیجابی اس تیمم کو ناجائز کہتا ہے کہ ایسے وہمی غبار سے کہ التزاق بالید میں تردد کیا بلکہ یقین عدم ہے تیمم نہیں ہوتا اور صاحب بحر محقق حنفی اس کو قبول کر کے بساط پر تیمم کرنے میں ظاہراً عدم جواز کا قائل ہوا اور محشی بحر کا رملی بھی اصل مسئلہ کو قبول کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ بل الظاہر التفصیل ان استبان اثرہ جاز والا فلا لوجود الشرط خصوصاً فی ثیاب ذوی الاشتغال اس کو نقل کر کے رد مختار نے بھی لکھا ہے وھو حسن فلذا اجزم بہ الشارح وفی التاتار خانیہ وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب یدیہ الخ چنانچہ یہ روایت مجیب صاحب نقل فرماتے ہیں تو غرض صاحب رد مختار بھی اس کو قبول کرتا ہے۔

اور اس روایت اور اس عبارت تاتارخانیہ میں تعارض نہیں بتلاتا اور مجموعہ روایات سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ تعلق غبار کا ہاتھوں کو ہونا شرط ہے خواہ کسی طرح ہو خواہ کسیقدر ہو ہاں یہ کہ التزاق غبار بالیدین اس قدر کثرت سے ہو کہ بالنظر محسوس ہو جاوے ۔ البتہ یہ شرط کسی کتاب میں نہیں لکھی اور نہ یہ مراد اسبیجابی کی ہے مگر التزاق الغبار بالیدین جو ما لا ریب ضروری ہے جس سے مسح کا مضمون حاصل ہو جاوے اور وہ ہی مراد اسبیجابی کی یستبین اثرہ کے معنی ہیں اور اس امر میں وہ تمام شروح و متون اور فتاوے سے متفق ہے جہاں اس امر میں شک ہوگا تیمم بھی روا نہ ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکتوب انوار قلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

حَامِدًا لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَمُصَلِّیًا عَلٰی خَیْرِ
الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَتَابِعِیْہِ اَجْمَعِیْنَ ۝

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اخر من یدخل الجنۃ رجل فھو یمشی مرۃ ویکبو مرۃ وتسفعہ النار مرۃ فاذا جاوزھا التفت الیھا فقال تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئاً ما اعطاہ احد من الاولین والاخرین فترفع لہ شجرۃ فیقول ای رب ادننی من ھذہ الشجرۃ فلاستظل بظلھا واشرب من مائھا فیقول اللہ یا ابن ادم لعلی ان اعطیتکھا سالتنی غیرھا فیقول لا یا رب ویعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ ھی احسن من الاولی فیقول ای رب ادننی من ھذہ الشجرۃ لاشرب من مائھا واستظل بظلھا لا اسالک غیرھا فیقول یا ابن ادم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا فیقول لعلی ان ادنیتک منھا تسئلنی غیرھا فیعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ عند باب الجنۃ ھی احسن من الاولیین فیقول یا ابن ادم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا قال بلی یا رب ھذہ لا اسئلک غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فاذا ادناہ منھا سمع اصوات اھل الجنۃ فیقول ای رب ادخلنیھا فیقول یا ابن ادم ما یصرینی منک ایرضیک ان اعطیک الدنیا ومثلھا معھا قال ای رب اتستھزیٔ منی وانت رب العلمین فضحک ابن مسود فقال الا تسالونی مم اضحک فقالوا مم تضحک فقال ھکذا ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا مم تضحک یا رسول اللہ

قال من ضحک رب العلمین حین قال أتستهزئ منی وانت رب العلمین فیقول انی لا استهزئ
منك ولكنی علی ما اشاء قدیر رواہ مسلم

از احقر الناس بندہ **رشید احمد** گنگوہی عفی عنہ گرامی خدمت بابرکت مولوی محمد حسین صاحب
مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید گرامی نامہ آپ کا پہونچا آپ نے حدیث آخر رجل دخل فی الجنۃ
کے بعض مصالح کو استفسار فرمایا ہے۔ مگر ماحکم افعال حق تعالی کے بجز ارشاد شارع علیہ السلام کے
دریافت ہونے محال ہیں اور شراح حدیث نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا۔ سو بندہ جو کچھ اپنے فہم قاصر
کی رسائی ہی اُس کو لکھتا ہے سنو کہ اصل غرض کلی حضرت شارع علیہ السلام کے اس واقعہ کے ارشاد
سے بشارت اہل صدق وایمان کی اور انذار وتخویف اہل کفر وطغیان کی اور اس طرح نجات دینا حق
تعالے کا بھی یہ وجہ رکھتا ہی ولا یعلمھا الا اللہ تعالی پس اول وہ رجل جب نار سے خارج ہوا اور چہرہ اُس کا
نار کی طرف رہا تو باوجود خروج عن النار محض مشاہدہ جہنم کا اسقدر مولم ومعذب تھا کہ فقط صرف وجہ
کو وہ اعلے درجہ فوز کا تصور کرتا تھا مگر اس کو کچھ اختیار اس کا نہ تھا اور خروج عن النار جو حبواً حبواً
واقع ہوا تھا اُس کو بھی جانتا تھا کہ یہ محض انعام حق تعالی کا ہے جس کا سزاوار میں نہ تھا اسی واسطے
جب خروج نار ہوا تو بشاش ہو کر بول اُٹھا تھا تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئا
ما اعطاہ احد امن العلمین اور سبب یہ ہے کہ وہ عالم ظہور حقائق کا ہے مغیبات وہاں مشاہدات
بن جائینگے تو تصریف ذرہ ذرہ عالم بقدرت حق تعالے اور عدم حول وقدرت غیر اللہ تعالی سب پر منکشف
عام وخاص ہو جائیگا اور نیز اپنے افعال بد اور معاصی کے بمطالعہ اعمال نامہ سوایدا ہو چکا ہے۔
خروج عن النار کمال انعام حق تعالی کا جان لیا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ اس سے زیادہ تخفیف کے
لائق ہرگز ہرگز میں نہیں ہوں مگر معہذا اشدت الم سے مضطر ہو کر دعا اپنے رحیم وقدیر سے کردی کہ چہرہ
میرا اس طرف سے پھرا جاوے پس اس سے شدت عذاب نار اور عظم رحمۃ ارحم الراحمین خوب اہل دانش
پر واضح ہو کہ خروج عن النار کو ہی وہ خود ایسی نعمت جان گیا تھا کہ کسی کو اسقدر نعمت نہیں ملی۔ اور ایسے
مسئ کو کسقدر نواز دیا کہ یک لخت وہاں سے نکالدیا پھر جائے صرف وجہ۔ پس حق تعالے نے
اُس سے عہد ومیثاق لیا کہ زیادہ کچھ طلب نہ کرنا اس سے علم عدم استحقاق ہو کر اس کو خوب متحقق
ہو گیا کہ صرف وجہ تو بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ غرض جب منہ اُس کا پھر گیا تو اب اُس کے سرور
کو قیاس کرنا چاہیے اور نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر سرور کو اندازہ کرنا کہ یہ امر بلا عہد ہی حاصل
نہ تھا اب اس رجل کو نہایت سرور اور شکر اُس دولت کا ہوا۔

اور مومنین کو اس کے سماع سے بڑی توقع اپنے رب العلمین پر ہوگئی کہ ایسا مجرم اور اس قدر اسیر رحمت اور اس سے سابق وہ رجل نہ جانتا تھا کہ صرف وجہ سے زیادہ بھی کوئی نعمت ہے تو اس میں انعام دوم سے مالامال اور اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا تھا کہ یکایک اس کی نظر اول درخت پر پڑی کہ ربض الیعد جنت کا اور سننے اس کا اور نہایت کمتر درجہ راحت کا تھا اور گویا اہل جنت کے لئے وہ دوزخ ہی تھا جیسا سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ؎

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ پس اس کے مشاہدہ سے اسقدر لذت و روح و ریحان سرور حاصل ہوا کہ تمام اجزاء و جوانب قلب کو محیط ہوگیا اور ہر رگ و ریشہ میں ساری ہوگیا کہ ضبط سوال سے عاجز ہوا اور نقض عہد پر عازم باوجود مشاہدہ عظمۃ و جلال اور علم جرم نقض عہد کے مضطر ہو کر عرض وصول شجرہ کر ہی دیا لہذا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ویدنیہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ تو اب ہر عاقل اس درجہ لذت کو قیاس کرے کہ ایسے احکم الحاکمین جبار ذوالملک والملکوت کے عہد کو نقض کرنا کہ جس کی عظمت و جلال سے ملاء اعلےٰ اور عرش معلےٰ باآں عظمت خود لرزاں و ہراساں ہیں اس کے حضرت و حضور میں ہو کر کس قدر غلبہ سکر و طغیان نشہ سرور لذت کو چاہتا ہے کہ جس کے سکر میں کچھ بھی لحاظ نہ رہا اور حالانکہ یہ درجہ ادنے ادنے بمراتب بیشمار درجہ لذت جنت سے ہے پس عہد و میثاق کرنے اور توڑنے سے یہ امر خوب واضح ہوا کہ بلا عہد یک دفعہ عطا فرماتے ہیں۔ علی ہذا دوسرے شجر کو اور تیسرے اور پھر دخول جنت کو اسی طرح قیاس کرنا چاہئے کہ ہر ہر درجہ اعلےٰ کو اپنے اسفل درجہ سے یہی نسبت ہے جیسا کہ صرف وجہ کو شجرہ اول سے ہے بس اس سے عقلاء کے نزدیک کیسی شرح قولہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصلحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور تفسیر فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین خوب عمدہ ہوگئی اور مومنین کو حکم و سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ الایۃ کا سنتے ہوئے تھے اس بشارت نے دیوانہ و فریفتہ سعی بذل جان و مال کا راہ حقتعالےٰ میں کر دیا کہ یہ لطف یک دفعہ بلا عہد عطا کرنے میں حاصل نہ تھا نہ اس رجل مغفور ہی کو کہ جو نعمت بعد طلب و تعب کے ملتی ہے وہ نہایت الذ ہوتی ہے اور جو دولت مستمنے بعد یاس اور تیقن عدم لیاقت کے ملتی ہے وہ غایت موجب شکر و سرور و لذت کے ہوتی ہے اور باعث مزید نعماء ہو جاتی قال اللہ تعالےٰ لئن شکرتم لازیدنکم الآیۃ اور یہ دونوں امر تدریج عطا اور عہد کرنے میں حاصل ہیں نہ یکدفعہ اعلےٰ درجہ پر پہنچانے ہیں اور بلا عہد دینے ہیں۔ دوسرے یہ کہ روح لطیفہ

عالم غیب سے تھی جب اُس کا تعلق اس جسد عنصری سفلی سے ہوا اور اس کی صحبت سے اُس کو
غیبوبۃ عالم غیب سے ہوئی تو بقدر انہماک لذائذ دنیا و غفلت از دار اعلےٰ کے اُس کی استعداد
تحمل لذائذ نعماء کی کم اور گم ہو جاتی ہے انبیا علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیۃ اور تیقظ و حضور
حق تعالیٰ کا رہتا ہے کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً و
لبکیتم کثیرا اور فرمایا انی اریٰ مالا ترون مگر مھذا روح طیب اُن کی محتاج اکل و شرب وغیرہا
حوائج جسمانی کی تھی تو بہت قلیل اثر یہاں کا ہوا اسی واسطے روح پاک آپ کی جنت میں داخل ہوئی تھی
اور جسد مطہر آپ کا معراج میں سب جگہ ظہور فرما ہوا لیکن خواب طویل میں جو بخاری نے نقل کیا ہے
فرماتے ہیں کہ آپ نے اوپر ایک مکان دیکھا جو آپ کا مکان ہونا بیان کیا گیا جب آپ نے اُس کے
دخول کا قصد فرمایا تو ملکین نے فرمایا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے بعد انتقال عالم دنیا کے یہاں تشریف
لیجاؤ گے جس سے معلوم ہوا کہ کچھ توقف اس جماعۃ پاک کو بھی وصول اپنے درجہ میں ہوتا ہے تا تعلق
روح با جسد در دار دنیا تو بظاہر یہی وجہ ہے کہ تا تعلق جسد کچھ قوت روحی میں حجاب ظاہری ہے
کہ اس کے رفع پر اصلی حالت کا ظہور بوجہ اتم ہوتا ہے اور ہر خواص کو بعد انبیا علیہم السلام کے
اور عوام کو اور فساق کو اپنے اپنے درجہ تعلقات کے قدر اور اپنے اپنے قدر انہماک فی المعاصی کے
بعد عالم غیب سے ہو کر قوت روحی کم ہوئی ہے اسی واسطے عالم برزخ و قبر میں کامل حظ جنت کا نہیں ملتا
بلکہ کچھ اثر حظ جنت کا بقدر مرتبہ ملتا ہے اور کمال حظ بعد حشر و حساب و عبور صراط کے حاصل ہوگا اور فساق
و فجار کو بعد عذاب و تہذیب و تزکیہ کے دیا جائیگا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مرتبہ کاملہ کو پہنچنا
سب کے واسطے بتدریج ہی ہے ۔ کوئی فرد بشر ایسا نہیں کہ ایک دفعہ وہاں پہنچے - اگرچہ تدریج برائے نام ہی
ہو - جیسا جناب انبیا علیہم السلام کے حق میں مگر چونکہ یہ رجل تمام عالم سے ادنے تھا اس کی تدریج
بہت شدت سے اور ظاہر طور سے ہوئی اور ہر موقع پر توقف اور دکھا کر شوق دلانا - اور پھر عہد
میثاق لینا اور درجہ بدرجہ ترقی دینا ہوا کہ جیسا اس کی روح کو سب سے زیادہ فقدان استعداد
حاصل ہوا تھا - ایسا ہی دیر میں اس کو یہ امر حاصل ہوا اور دیگر افراد میں ان کے مراتب کی تقدیر
ہوتا ہے چنانچہ اختلاف حالات حیات و برزخ و حشر و میزان و حساب و عبور صراط سے واضح ہوتا
ہے پس تدریج سب میں حاصل ہے اور اس رجل کی تدریج سب عالم سے بڑھکر ہے بسبب ادنے ہونے کے
تمام مومنین سے اور کفار کے نسمہ کو بالکل موت و فنا اُس عالم سے ہو جاتا ہے اُن کو کبھی بھی نجات نہ
ہو دیگی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا بچہ کو وقت ولادت اول شیر مادر کے سوا کوئی کھانا لائق

وموافق نہیں پھر بعد مدت کے شیر گاؤ اور پھر کچھ برنج قلیل ڈال کر علی ہذا عمدہ اغذیہ تک سو یہ مصلحت
عامہ ہے مگر اس رجل میں اس کا ظہور بکثرت ہوا خلاف دیگر افراد متعلقین کے۔ تیسرے یہ کہ حق
تعالی رفعت شان ایمان و مومنین کی اس تدریج سے ظاہر فرماتا ہے کیونکہ حدیث بخاری میں ہے کہ بعد
شفاعت وہ لوگ بھی نار سے نکالے گئے جن کے حق میں یہ حکم تھا من قال لا الہ الا اللہ وفی
قلبہ ادنی ادنی ادنی مثقال من خردل تو فخر عالم علیہ السلام بعد اس کے شفاعت اُن کی کریں گے جو
فقط لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے تو حق تعالے اُن کے باب میں شفاعت قبول نہ فرما کر خود اُن کو
نکال کر افواہ جنت پر ڈالینگے اور حب ماء الحیات سے وہ جلد مثل لولو ہو کر جنت میں داخل ہونگے
تو ظاہر اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ قوم لا الہ الا اللہ کہتی تھی مگر کوئی درجہ خیر کا ان کے قلب میں
نہ تھا اور تھا تو ایسا تھا کہ کسی مخلوق کو معلوم نہ ہوتا تھا تو ایسی جماعت بھی یک دفعہ در جنت پر پہنچی تو
یہ رجل اُس جماعت سے بھی ادنے درجے میں تھا کہ جس کو اس تدریج سے جنت پر پہنچایا اور یہ تدریج ہی
دلیل اس کی کمی مرتبہ کی اُس قوم آخر سے ہے تو ایمان کا وہ درجہ کہ کسی ملک اور رسول کو بھی مفہوم نہو
عند اللہ موجب نجات و معتبر ہے پھر کسی مومن کو قطعی ناری کہنا اور کسی درجہ مخفی ایمان کو حقارت کی نظر کر
نہ دیکھنا چاہیے اسی واسطے فقہاء امت علیہم الرحمۃ نے فرمایا کہ ننانوے وجوہ میں ایک وجہ بھی ایمان کی ہو سکے
و تکفیر مومن کی نہ کرنا چاہیے تو یہ سو درجہ فرمانا فقہا کا تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے ہزار ہے ایک ہو موجب بھی
تکفیر نہ کرے کہ ایمان کی بہت بڑی عظمت ہے کہ تصدیق توحید حقتعالی صفت خاصہ حقتعالی کی ہے قل
ھو اللہ احد پھر جس کی جبلت میں یہ نور صفت خاصہ داخل ہے اگرچہ کسی درجہ خفیہ میں ہو وہ کسطرح
مقبول اور جنتی نہو دخول نار اس کی تہذیب اور اصلاح کیواسطے ہے نہ تحقیر و تعذیب کیلئے مگر بظاہر
صورت عذاب ہے جیسا دشمن کا مارنا اور اپنے ولد محبوب کو تربیت کے لیے مارنا مشابہ ہے مگر دونوں ذکر
ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اس سے قیاس
کرنا چاہیے کہ جسکے قلب میں قرآن شریف کل یا جزو ہو گا اُس کا کیا مرتبہ ہے لو جعل القرآن فی اھاب ثم
القی فی النار ما احترق حدیث صحیح ہے اور جس کا قلب بحضور مشاہدہ حقتعالی زندہ ہے وہ کس درجہ
کا نور معیت سے مالا مال اور محفوظ اور مقرب حقتعالی کا ہو گا یہ حدیث تدریج اس مرتبہ کی تحصیل کا
شوق دلاتی ہے۔ چوتھے اس تدریج سے شان وسعت رحمت اپنے کی ظاہر کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف
میں ہے کہ حق تعالے نے رحمت کو سو جزو کر کے ایک جزو نازل فرمایا ہے جس سے تمام خلق باہم رحمت و
شفقت کرتی ہے اور قیامت کو اس حصہ کو بھی لیکر سو رحمت سے بندوں پر ترحم فرمائے گا اس قصہ

تدریج سے اُس رجل کی اس قدر کمی درجہ ایمان کی کہ ہرگز قابل اعتبار نہیں معلوم ہوئی پھر اُس پر بھی تمام دنیا کے برابر اُس کو مرحمت فرمایا تو خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر فضل اُس ارحم الراحمین کا ہے پس کسی مؤمن کو باوصف اپنے عصیان کے مایوس رحمت سے نہ ہونا چاہیے قال اللہ تعالےٰ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئاس من روح اللہ الا القوم الکفرون ۔ اگرچہ خشیت بھی ایسی چاہیے کہ دونوں بازو ایمان کے ہیں۔ پانچویں مؤمنین کو تنبیہ ہے کہ ایمان و عقائد کی تصحیح میں زیادہ کوشش وسعی کریں کہ اگر صحت ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور تحسین اعمال پر غرہ نہ کرے کہ بدون ایمان کچھ معتبر نہیں اعمال اگرچہ ذرہ بھر نہ ہوں مگر ایمان صحیح ہو تو وہ مؤمن ناجی ہے اگرچہ کبھی ناجی ہو اور اگر اعمال مثل جبال عظام ہوں اور ایمان کچھ نہ ہو تو وہ سب ہباءً منثورہیں کہ ایمان اس رجل کا بتدریج جنت میں گیا اگرچہ بحض خفی کالعدم تھا مگر صحیح تھا جسقدر تھا اور ضعف و کمی اُس کی تدریج سے ظاہر ہوئی۔ آخر جنت میں داخل ہوا مگر شرک و کفر ہرگز نہ بخشا جائیگا اگرچہ کسیقدر اعمال ہوویں اور رجا بھی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے ورنہ لغو ہے۔

چھٹے تاکید ہے عباد کو اعمال خیر کو بےکار نہ جانیں کہ یہ تدریج و دیر رسی اس رجل کو اعمال کے نہ ہونے سے اور اُس قوم کو جو افواہ جنت پر ڈالی گئی بسبب عدم اعمال ہی کے ہوئی ہے چنانچہ فرمایا فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا غرض کامل ایمان و عمل سے ہوتا ہے اور ایمان کو اعمال صالحہ سے تقویت ہوتی ہے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ پس عمل صالح کو اگرچہ قلیل ہو قلیل نہ سمجھے کہ کوئی مثل ذرہ بھی عمل صالح اس رجل کے ساتھ ہوتا تو اس درجہ تدریج میں نہ ہوتا ہرچند نفس ایمان سے انجام کار ناجی ہوا مگر عاقل کو طلب ترقی و تجنب تنزل و تکالیف سے لازم ہے جیسے دنیا میں رات دن اسی فکر میں سرگرم ہے سوائے اس کے اور بھی بعض اشارات مصالح اس تدریج اور واقعہ حدیث سے نکلتے ہیں مگر اس پر ہی بس کرتا ہوں۔ واللہ تعالےٰ اعلم حسبنا اللہ ونعم الوکیل رب زدنی علما وادخلنی فی زمرۃ عبادک الصلحین آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی من تبعھم الی یوم الدین والسلام۔ فقط

مسئلہ اثبات پردہ مروجہ شرفا ہند از کتاب وسنت

عورتوں کے کون کون اعضاء شرعًا داخل ستر ہیں اور کون کون نہیں اجنبیہ کو کون کون اعضاء اجنبی سے

چھپانے چاہئیں اور کون نہیں۔ بحوالہ کتاب و تصریح فصول و ابواب مدلل و مفصل تحریر فرماویں۔

قرآن میں تو فقط وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ سے عورتوں کے گھر میں رہنے کا حکم معلوم ہوا لیکن یہ مخصوص ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے دوسری عورتیں اس میں کیونکر شامل ہو سکتی ہیں کیونکہ کچھ ہی قبل ارشاد ہوتا ہے یَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ علاوہ اس کے جتنی آیتیں پردہ کے بارہ میں ہیں اُن سے باہر نکلنے کی نفی نہیں معلوم ہوتی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت دی جیسا کہ مسلمؒ و بخاریؒ وغیرہ میں موجود ہے چنانچہ عورتیں نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور عرب میں ابھی تک وہ ہی دستور جاری ہے فقہا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ اوپر کے کپڑے ستر نہیں پس عورت چہرہ کھولکر باہر نکل سکے گی قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کہ عورتیں چہرہ کھولکر باہر پھریں ورنہ اپنی حاجتوں کے پورا کرنے میں قاصر رہینگی اور تحصیل علوم و کمال سے جوانسان کی زینت ہیں محروم رہینگی سب تو ایسے امیر نہیں کہ نوکر وغیرہ رکھیں بیچارے غریبوں کیلئے سخت مصیبت ہے پس اب اس صورت میں پردہ موجودہ ہند جس کو حبس دائمی بھی کہہ سکتے ہیں جس کی بدولت عورتیں غلاموں سے بھی بدتر ہو جاتی ہیں۔ غلام تو خدا کی قدرتی مخلوق کا نظارہ بھی کر سکتا ہے وہ بیچاریاں اس پردہ کی بدولت اس سے بھی محروم ہیں، خلاف شرع ہے یا نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ محض بنظر شر و فساد پردہ رائج کیا گیا تو یہ قابل تسلیم نہ ہوگا کیونکہ نیک اور بد آدمی ہر قرن میں ہوتے رہے ہیں کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بد آدمی تھے ہی نہیں کہ آپ نے منع نہ فرمایا اگر پردہ موجودہ ہند قرآن و حدیث و اجماع اور قیاس سے ثابت ہے اور واقع میں اس کی ضرورت ہے تو بدلائل عقلی و نقلی کتب مستندہ سے حوالہ قلم فرمائیے۔ اقوال ضعیفہ و احادیث ضعیفہ یا وہ احادیث جن کی روایات کے سلسلہ میں تفرقہ پڑ گیا ہے قابل استدلال نہ ہونگے۔

جبکہ پردہ موجودہ ہند خلاف شرع سمجھا گیا تو علما کہ جن کا فرض منصبی یہی ہے کہ خلاف شرع چیزوں سے لوگوں کو ممانعت کرتے رہیں اور ممانعت تو درکنار خود ہی اُن خلاف شرع چیزوں پر عمل کرتے ہیں اور لوگ اُن کے افعال سے استدلال کرتے ہیں پس وہ علما یا وہ لوگ جو کہ خلاف شرع پر عمل کرتے ہیں عند اللہ ماخوذ ہونگے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب۔ توجروا یوم الحساب

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً عورت حُرّہ کا تمام بدن سر کے بالوں سے لیکر ناخن پا تک عورت ہے بدنیتی کہ نظر کرنا اُسپر بشہوت یا جبکہ مظنہ شہوت ہو حرام ہے اور ستر اُس کا ایسی حالت

میں عورت پر واجب ہے مگر در محل ضرورت کہ وہ معاف کیا گیا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے سورۂ نور کے
رکوع چہارم میں فرمایا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم مؤمن مردوں سے کہدے کہ اپنی آنکھیں بند کریں اور روکے رکھیں اور اپنے پیشابگاہونکی
حفاظت کریں وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن اور مؤمن عورتوں سے
کہدے کہ اپنی آنکھوں کو بند کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت میں حقتعالیٰ نے
اول مردوں کو حکم فرمایا کہ تم اپنی نظروں کو بند کرو اور شرمگاہونکی حفاظت کرو تو اول غض بصر کو مطلق
فرمایا کوئی قید کسی وضع اور عضو کی نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً عورت کے کسی عضو
کو بنظر شہوت سے دیکھنا حرام ہے خصوصاً چہرہ کہ تمام حسن وجمال کا مدار اور اصل فریفتگی چہرہ ہی پر
ختم ہے۔ ثانیاً اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنا کسی عضو نامحرم کا مفضی الی الزنا ہے کہ حفاظت فرج
غض بصر پر مرتب فرمائی گئی ہے اور یہ اسواسطے ہے کہ مرد کو عورت کی طرف طبعی رغبت ہے اور اس
سے بچنا نہایت مشکل ہے یہی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامحرم کے ساتھ خلوت کو حرام
فرمایا اور منقول ہے کہ شیطان نے موسےٰ علیہ السلام کو ایک قصہ میں یہ بات سوجھائی ہے کہ جب اجتماع
مرد وعورت نامحرم کا ہوتا ہے تو میں تمام ہمت اپنی صرف کرتا ہوں کہ ان کو معصیت میں ڈالوں علیٰ ہذا
عورت کو مرد کیطرف رغبت طبعی ہے پس ایسی حالت میں مرد وعورت کا دور رہنا اور غض بصر ہر عضو
سے رکھنا صاف ظاہر ہے کہ ہر اہل ایمان پر واجب ہے کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے
اور چونکہ بعض نظر جو کہ مفضی الی الفساد نہ تھی جیسا نظر محرم کی طرف اعضائے ظاہرہ کی یا نظر طبیب یا جراح
کی بسبب ضرورت کے تو اُس کے اجازت اباحت کیلئے من تبعیضیہ لایا گیا اور اس تبعیض سے
جو بعض لوگوں کو شبہ گذرتا کہ بعض نظر غیر محرم کیطرف جائز ہے اگرچہ مفضی الی الفساد ہو تو جملہ یحفظوا
فروجھم سے اُس کو دفع فرما دیا کہ ایسی نظر اصلاً درست نہیں کہ مفضی الی الزنا ہے خواہ کسی عضو کیطرف
ہو اور یہ امر بدون مباعدہ اور پردہ کے حاصل نہیں ہوسکتا اسی واسطے حقتعالیٰ نے سورہ احزاب کے
چوتھے رکوع میں فرمایا ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ یعنی اپنے گھروں میں
مقیم اور مستقر رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح سے اظہار زینت اور خروج و پردہ درست رکھو سو ہرچند
نزول ان آیات کا ازواج مطہرات کے بارے میں ہے مگر حکم عام ہے شرح اس کی یہ ہے کہ حق
جل وعلےٰ شانہ نے ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا تھا کہ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ

ورسولہ وتعمل صالحا نوتہا اجرہا مرتین واعتدنا لہا رزقا کریما۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتو جو کوئی تم میں سے ارتکاب کرے کھلی برائی کا اُس کو دونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ پر سہل ہے یعنی تمہارا انساء نبی ہونا اُس کو عذاب کرنے سے روک نہیں سکتا اور جو کوئی تم میں سے اطاعت کرے اللہ اور رسولؐ کی اور کام کرے اچھے اُس کو دونا ثواب ملیگا اور ہم نے اُس کے واسطے اچھا حصہ آخرت میں تیار کیا ہے انتہیٰ ان ہر دو آیات میں یہ حکم ہوا کہ اگر تم گناہ کروگی تو دونا عذاب ہوگا اور اگر اطاعت کروگی تو دونا ثواب ہوگا تو اس میں شبہ یہ ہوتا تھا کہ ان مقدسات کو دونا ثواب و عذاب کیوں ہوتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ نے اُس شبہ کو رفع فرمایا کہ لستن کاحد من النساء یعنی تم چونکہ مقدس اور اہل بیت رسول علیہ السلام ہو تو تم کو ثواب و عذاب دونوں اوروں کی نسبت زیادہ ہونا چاہئے کہ صدور معصیت ایسے شخص سے بہت بعید ہے اور وجود طاعت ایسے لوگوں میں مزید اخلاص سے ہوتا ہے اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ہم مقدس اور اہل بیت نبیؐ اور امہات مومنین میں چنانچہ اسی سورت کی آیت ہے وازواجہ امہاتہم تو ہم کو وسعت ملی کہ بروز و خروج اور تکلم مع الناس میں بخلاف دیگر عورتوں کے کہ ان کو احتیاط ضروری ہے اُسکو حقتعالےٰ نے رفع فرمایا کہ ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول یعنی جب کہ تم کو تقوے زیادہ ضروری ہے یا جب کہ تم عذاب حق تعالےٰ سے بچنا چاہتے ہو تو کلام ایسی طرح نہ کرو کہ مرد مخاطب کے دل میں فتنہ اور طمع پیدا ہو اور یہ کلام مقدمہ معصیت بن جاوے اور اُمت پر ظاہر ہے کہ کسی عام عورت کو بھی اس طرح کی کلام جائز نہیں کہ جس سے مرد مخاطب کے دل میں رغبت اس کی طرف پیدا ہو اسی واسطے فرمایا کہ آواز عورت کی بھی عورت ہے بلکہ کلام ایسی طرح سے سختی و خشونت کے ساتھ کرے کہ نہ لہجہ میں کوئی اثارۂ فتنہ و فساد ہو اور نہ مضمون کلام سے کلام فساد پیدا ہو اور یہ عامہ مومنات پر واجب ہے پھر فرمایا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ جس کا ترجمہ اول ذکر ہوچکا اور تبرج جاہلیت اولیٰ ایسا ہی ہوتا ہے کہ بلا ضرورت زینت کے ساتھ باہر پھرتی تھیں کہ جس سے بسبب کلام اجانب اور انتشار طیب و ظہور زینت و آواز زیور وغیرہ کی فتنہ ہوتا تھا اور ایسا خروج ہر عاقل جانتا ہے کہ عامہ مومنات پر حرام ہے خصوصیت ازواج مطہرات کی اس میں کچھ نہیں ہے اور یہ امر بدون اس کے حاصل نہیں ہوتا کہ اپنے گھروں میں رہیں اور اگر بشدت ضرورت کے وقت باہر نکلیں تو بغیر زینت کے اپنے تمام بدن کو ڈھک کر میلے کچیلے سڑے ہوئے کپڑوں میں۔

مردوں سے الگ الگ ہو کر نکلیں پھر فرمایا واقمن الصلوٰۃ و اٰتین الزکوٰۃ و اطعن اللہ ورسولہ یعنی نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ اور یہ ہر سہ حکم بھی کسی کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ عامہ مومنات پر فرض ہیں پس یہ امور خمسہ مذکورہ جیسے کہ عامہ مومنات پر فرض ہیں۔ ازواج مطہرات کو بھی یہی حکم ہوا کہ تمہارے مقدسات ہونے سے تم اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ تمہارا تقویٰ یہ ہے کہ مثل دیگر مومنات کے تم بھی ان امور کی پابند رہو اور ان پر عمل کرو پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی یہ احکام اس لئے فرماتا ہے کہ تاکہ تم کو ارجاس سے پاک کردے اور تم سے ان برائیوں کو دور فرماوے تو اس سے معلوم ہوا کہ احکام خمسہ مذکورہ کی پابندی سب مومنات کو سب مومنات کو ضروری ہے قرار بیوت و ترک تبرج و ادائے نماز و زکوٰۃ و اطاعت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورنہ بصورت دیگر رجس سے تدنس و تلطخ ہوگا اور اس میں سب مومنات برابر ہیں کچھ خصوصیت ازواج مطہرات کی نہیں ہے۔ اس لئے دوسری جگہ حق تعالیٰ دوسری آیت اسی سورۃ میں فرماتا ہے یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے محل فتنہ میں مطلقاً منہ ڈھکنے کا صاف حکم دیدیا چنانچہ صاحب کشاف اس کے معنے میں لکھتے ہیں یدنین علیھن من جلابیبھن یرخینھا علیھا ویغطین بھا وجوھن واعطافھن پس اس سے مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ قرار فی البیوت عامہ مومنات پر فرض ہے اور فرض ہے اور گھر سے نکلنا موجب معصیت و محل اندیشہ و فتنہ و فساد ہے کہ غض بصر ایسی حالت میں سخت دشوار ہے اسی واسطے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان یعنی یہ کہ عورت سراپا ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اُس کے ساتھ منتظر اصدار معاصی رہتا ہے اِس حدیث میں آپ نے تمام بدنِ عورت کو عورت فرمایا اور کسی عضو کا استثنا نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ سب بدن اُس کا عورت ہے اور فرمایا کہ مطلقاً اُس کے خروج پر شیطان کو استشراف ہوتا ہے کہ اُس سے عورت کو اور اور لوگوں کو اس کے ذریعہ سے معصیت میں ڈالے اور خروج کو بقید کسی قید کے ساتھ نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف محل اندیشہ ہے۔ چنانچہ حدیث ام سلمہ میں وارد ہے قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ میمونۃ

فاقبل ابن ام مکتوم وذلک بعد ان امرنا بالحجاب فقال احتجبا منہ فقالت یا رسول اللہ الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصران یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ (نابینا) تشریف لائے آپ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ اور آڑ میں ہو جاؤ میمونہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہو کہ نہ ہم کو دیکھے نہ پہچانے آپ نے فرمایا کہ وہ اندھا ہے تم اندھی نہیں ہو انتہی بحاصلہ اس حدیث میں دیکھو کس طرح آپ نے مرد کیطرف مستورات کے نظر کرنے سے تحذیر فرمائی اور اس روایت اور نیز لفظ ادنی ان یعرفن سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف اس کا جاننا کہ یہ فلاں عورت ہے باعث فتنہ ہے اگرچہ چہرہ نہ دیکھے چنانچہ ولا یعرفنا اس پر عذر میں پیش کرنا صاف دلیل ہے اور جب ازواج مطہرات کو بحضور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد کیطرف دیکھنے میں اندیشہ تھا اور وہ دیکھنا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناجائز رکھا تو کوچہ و بازار کا نظارہ باہمی عامہ زن و مرد کا کیا کچھ موجب فساد ہوگا خصوصاً جب کہ حسب عادت ہر دو فریق لباس آراستہ کے ساتھ نکلیں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کل عین زانیۃ وان المرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ یعنی ہر آنکھ زنا کار ہے اور جو عورت کہ خوشبو لگا کر مجلس رجال پر گذرے وہ بھی زانیہ ہے اور مثل اس کے بہت سی احادیث ہیں کہ جن سے ممانعت خروج نساء کی ثابت ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب خروج نساء کا بنظر سیر و تماشا ہوگا تو زینت کے ساتھ ہوگا نہ پھٹے پرانے کپڑوں میں اور میلے سڑے لباس میں چنانچہ باہر پھرنے والی عورتوں کا حال خود شاہد ہے۔

اب رہا یہ کہ آپ نے عورتوں کو اجازت مسجد میں آنے کی اور نماز پڑھنے کی دی ہے تو اولاً خود اسی حدیث میں اشارہ فرما دیا تھا کہ ان کو مسجد میں آنا اچھا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ ثانیاً اس میں یہ حکم تھا کہ اگر نکلیں تو میلے سڑے کپڑوں میں نکلا کریں اور پھر حکم خروج کا بھی اندھیرے میں تھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتھن خیر لھن یعنی اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے تم نہ روکو اور ان کو گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں آنے سے بہتر ہے۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتدا میں اور مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت کو اس مفسدہ پر جو ان کے خروج میں موہوم ہے ترجیح نہ ہوئی اور خروج کے اوپر قرار بیوت کو خیریت و فضیلت دی تو

اب آئمہ کے پیچھے نماز پڑھنا بغیر نماز کے ویسے ہی سیر و تماشہ کے واسطے نکلنا کیسے رائج و خیر ہو سکتا ہے۔
اور فرمایا لا تمنعوا اماء الله المساجد ولکن لیخرجن وهن تفلات یعنے اللہ تعالے کی
بندیوں کو نماز کے واسطے مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر اُن پر ضروری ہے کہ میلے کچیلے ہو کر نکلیں
باوجودے کہ نماز میں جو حضوری رب العالمین کا وقت ہے۔ غایۃ تطہیر و تطییب مطلوب ہے اور
مامور ہے جب بھی عورتوں کو میلا ہونا اور ستھرائی نہ کرنا مامور بہ ہوا تو خروج کوچہ و بازار میں جو عین
مجالس شیطان ہیں زینت و آرائش کیسے روا ہوگی اور نیز آپ فرماتے ہیں لصلوة المرأة فی
بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها
یعنی عورت کی نماز صحن دار میں پڑھنے سے اندر مکان میں پڑھنی افضل ہے اور اندر کی کوٹھڑی
میں نماز پڑھنا باہر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلام
سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے واسطے غایۃ تستر اور نہایت احتجاب مقصود ہے جس قدر
بھی ہو سکے اُس میں سعی و کوشش لازمی ہے حالت نماز میں بھی چہ جائیکہ سیر و تماشا و کوچہ
گردی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انه لقیته امرأة وجد منها ریح
الطیب ولذیلها اعصار فقال یا امة الجبار جئت من المسجد قالت نعم قال وله تطیبت
قالت نعم قال انی سمعت حبی ابا القاسم صلی الله علیه وسلم یقول لا تقبل صلوة امرأة
تطیبت لهذا المسجد حتے ترجع فتغتسل غسلها من الجنابة علی هذا اور اس قبیل سے
بہت سی روایات ہیں اور وہ زمانہ خیر کا تھا کہ تمام مرد و زن اہل صلاح و تقوے تھے ہزاروں
میں دو چار اگر اہل فساد ہوں تو بجا ر اہل تقوے ان کو جرأت نظر بد کی نہ ہوتی تھی اور پھر اندیشہ
تعزیر و نصیحت بھی ساتھ ہی ہوتا تھا بس ایسے وقت میں اگر بضرورت اجازت دی بھی گئی تو اُس پر
ایسے زمانہ کو جو فتنہ و فساد سے پُر ہے اور اہل تقوے کوئی شاذ و نادر ہیں ہرگز قیاس نہیں کر سکتے
اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندیشہ کے وقت ممانعت خروج کا اشارہ کر بھی
دیا تھا جیسا کہ روایات سابقہ سے معلوم ہوا بعد تصریح کلیات کے پھر جزئی جزئی کی تصریح ضروری
نہیں ہوتی چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں لو ادرک رسول الله صلی الله علیه
وسلم ما احدثت النساء لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرائیل لہذا آپ کی اُسوقت اجازت دینے
کو اس وقت کی اجازت کے واسطے حجت بنانا ہرگز کسی طبع سلیم کو مقبول نہ ہوگا اور وہ جو فقہا
نے ستر کے بارے میں لکھا ہے کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں ہے تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ ادائے صلوٰة

میں اُس کا ڈھکنا فرض نہیں ہے یا یہ کہ جہاں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو چنانچہ بیضاوی نے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا کی تفسیر میں لکھا ہے والمستثنی ھو الوجہ والکفان لانھا لیست بعورۃ والاظھر ان ھذا فی الصلوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئ منھا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ انتھی اور کلام فقہا کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ چہرہ کھولکر کوچہ و بازار میں پھرتی رہیں اور مردوں کو اپنے اوپر لبھایا کریں چنانچہ آیۃ یدنین من جلابیبھن میں صراحت موجود ہے اور ایسے موقع میں چہرہ کھولنا تصریحات فقہا سے ہی حرام ہے چنانچہ مسائل خطر و اباحت وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

الحاصل ان آیات و احادیث و روایات فقہیہ سے اہل دین و فہم پر واضح ہوگیا کہ عورتوں کو سیر و تماشہ کے واسطے باہر نکلنا ہرگز جائز نہیں اور اہل غیرت پر خود ظاہر ہے کہ اس وقت نکلنا کسقدر فتنہ و فساد کا ہے چنانچہ جو بلاد کہ اُن میں پردہ اور اجانب سے احتیاط اصلا نہیں ہے اور اختلاط زن و مرد میں بے باکی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے تو واقفین اخبار و احوال ممالک پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہاں کسقدر مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور کس کثرت سے وہاں زنا اور اولاد زنا پائی جاتی ہیں اور جب امر ثابت ہوگیا کہ پردہ مروجہ ہند شرفا اہل اسلام نامشروع نہیں ہے بلکہ عین صواب اور موافق مصلحت ہے اور بالکل احکام شرعیہ ثابتہ بآیات و روایات کے مطابق ہے تو معلوم ہوگیا کہ جو لوگ اس پردہ کے مسلمانوں میں سے اٹھا جانے کی سعی کر رہے ہیں وہ سخت خطا پر ہیں اور ان کی یہ تمام سعی اشاعت فاحشہ و الی الزنا ہے اور خلاف قانون شرم و حیا اور جو علما اس پردہ مروجہ کے حامی و معین ہیں وہ عین حمایت و اعانت حق کر رہے ہیں۔ بارک اللہ فی جمیل مساعیھم واعانھم بتکثیر معاونیھم و دواعیھم آمین۔ فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ والسلام۔

رقمہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفا عنہ الصمد

ہمارے ہاں حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم اور حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدفیوضہم اور دیگر علماء کی جملہ تصانیف و دیگر درسیہ کتب کا ذخیرہ معقول تعداد میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ تجار و زیادہ مقدار کے خریداروں کو خاص رعایت سے مل سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ مولوی محمد یحیی تاجر کتب دینیہ و مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور